

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

آرسل رسولاً بالهدى والبرهان
هؤلاء النبي
اولو گو کہ ہیں خدا پاؤں کے
تھوڑے لوہیں کی کا بتایا ہے

رولوا فہر

دن کے انداز پر

جلد ۲ صفحہ ۱۳۴۰ نومبر ۱۹۲۱ء

عام ۱۴۰۲ھ

چند سالہ

فہرست مضامین

بائبل کے ایک قانون پر نظر ۴۲۸
۴۳۱
آریہ سماج ۴۳۰-۴۳۳
ما فوق العادت ۴۳۳-۴۴۱
تربیت قادریان ۴۴۱-۴۴۲
مختلف فوٹ ۴۴۲-۴۴۳
اشتراک ۴۴۳-۴۴۴

قصیدہ ۴۰۵-۴۱۰
مسیح کی پہاڑی تعلیم کے یہودی افق
۴۱۱-۴۲۳
کیا حضرت مسیح نے کبھی
خدا کی کا دعویٰ کیا ۴۲۴
۴۲۸

حضرت مولوی نور الدین صاحب تحلیفہ اولیٰ کا حریف اور حریف
تربیۃ زندگی

پچاس پیاریوں کا ایک حکمی علاج

مولوی خاں - پیچہ - طاعون - زکام و کھانسی و دیگر امراض جن کی تفصیل
 پر استعمال میں ملائے کریں۔ ان سب امراض کے لئے وقت بوقت سفوف حفر میں
 ضرورت پڑ جاتی ہے اس لئے تربیۃ زندگی کی ایک آدھ شیشی گھر میں بھی اور سفر میں
 بھی موجود رہنی ضروری ہے۔ اس میں ایک اعجازی اثر یہ ہے کہ مرض کے شروع ہوتے
 استعمال ہوتے پر فوری اثر دکھائی دے گا۔ ڈر ہے کہ زیادہ تشریح اور تفصیل شتہاری لفظ
 نہ سمجھا جاوے اس لئے چند ایک معزز انبیا جنہوں نے اس کے استعمال سے فائدہ اٹھا کر
 قصیدہ لکھی سرفیکسٹ ویسے ہیں۔ ان کے اسماء گرامی ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔
 کیونکہ کچھ زیادہ ہست اور یقینی ثبوت معتبر شہادت تھی کہ اس سے ۔

حضرت مخدومی مولوی شہر علی صاحب - مکرم مولوی حکیم غلام محیو صاحب - مخدوم مکرم
 خان صاحب - ذوالفقار علی خان صاحب - ناظر امور عامہ - مخدوم و مکرم پیر سراج الحق صاحب
 دین خود غیبی بھی ہیں۔ جنہوں نے متعدد امراض پر متعدد مرتبہ استعمال کر کے تربیۃ زندگی کے
 کوششے دیکھ چکے ہیں۔ مکرم مخدوم سید مبارک علی صاحب بی۔ بی۔ ٹی۔ سو اسی پر
 اکتفا کرتا ہوں۔

صلیٰ کا پتہ: کتاب گھر - قادیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَبِذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ الْكُبْرَىٰ

قصیدہ

در اظہار عقیدت خود باشتعال ذکر محامد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

- | | | |
|---|-------------------------------------|-------------------------------------|
| ۱ | بہیں کہ دشمن بدیش و سخت نادانی | سخن چہ گفت خلاف مذہب بتانی |
| ۲ | چنان نمود خبیث دروں - زحیلہ و کمر | کہ گوئی بود غریق ضلال طغیانے |
| ۳ | چہ بہت درد دل دشمن - زیادت حشر پنج | کہ کام خویش بخود نہ ز کذب بطلانے |
| ۴ | بجرت است دم از فریب و تر و دیرش | کہ دام - دانہ نموده بصید نادانے |
| ۵ | بگفت گفتن بدخواہ و مرجع کذاب | بشکل انس و بکار و پویشی طمانے |
| ۶ | چہ گفت دحق چون من غلام رسول | بگشت از رہ تسلیم و صدق ایمانے |
| ۷ | ہزار لعنت و نفرین کنم بریں سخانش | ہزار تفسیر و تمہید چہ نہیں سخن دانے |
| ۸ | خبر داشتہ از حال من - کہ من دگر م | من آن نیم کہ فرد شد بخارستانے |
| ۹ | من آن نیم کہ بدینا خود دل بہ بند دل | من آن نیم کہ دیدم بدین بلع عقبانے |

Digitized by Khilafat Library Rabwah

- ۱۰ من آن نیم کہ بخوف و امید خلق و جان
کند عقیدت خود را از خلق پنهانے
- ۱۱ من آن نیم کہ ابا از نگار خود بکند
من آن نیم کہ بگردوز کوئے جانانے
- ۱۲ من آن غلام رسولم کہ نزد ادا جانے
براه یار خدا کردن است ایمانے
- ۱۳ من آن غلام رسولم کہ صد ہزار تیر
براه حضرت جانان بنزد او خوانے
- ۱۴ ہزار تیغ و سنان در ریش الفت
یووقت زخم چو مرہم بچشتہ آسنے
- ۱۵ فدائے حلقہ غنیمت عارفان جمال
ہزار ہا سرو جانے بعشق جانانے
- ۱۶ عجیب طبع عشاق اہل صدق و وفا
عجیب منظر کوئے یاز گلستانے
- ۱۷ عجیب حسن و جمال لم یزلی
عجیب منظر دلبر کہست باستانے
- ۱۸ ہزار حسن پری پکیاں و مہر دیاں
ہزار خوبی خوباں چو باغ وستانے
- ۱۹ پیش حسن نگارم چو ذرہ پیشی خورے
نثار روئے حشیش جہان ہر جانے
- ۲۰ بنزد ہیچو منے ذکر حسن مہر دیاں
مکن کہ من سرے دارم ہر گہ جانے
- ۲۱ مرا چو جلوہ حسن رخسار سیاد آید
رود زیاد ہمہ خلق و جملہ گمانے
- ۲۲ عجب کہ ہیچو منے زنگار خود گردد
چہ کہ دشمن حارسہ گماں بخرسانے
- ۲۳ کجا بود کہ کنم ترک آن درو کوئے
کجا بود کہ گزارم ز دست دمانے
- ۲۴ مرا چو منظر دلبر در بخلق کجا
کجا بود کہ کنم کفر بعد ایمانے
- ۲۵ من آن نیم کہ کن ترک سجدہ آدم
من آن نیم ز ملائک شود چو شیطانے
- ۲۶ من آن نیم کہ کند ترک لوح کشتیاں
من آن نیم کہ بخوابد چو غرقہ طوفانے
- ۲۷ من آن نیم کہ خلاف خلیل و راہ خلیل
شود محبت بت آذر ہی بعد دانے
- ۲۸ مرا بپیرت توحید آن چنان ہو است
کہ خواہم از دل و جان شکست اوانے
- ۲۹ منم ز لشکر محمود و کار بت شکنی است
بخاطرم ہمیں جوش و خروش ہر آنے
- ۳۰ عمارت ہمہ دغاں خراب خواہ شد
نہ دیر ماند و نہ بت نہ شود شیطانے
- ۳۱ کجا بود کہ کنم ترک دامن موئے
کجا بود کہ بفروغوں شوم چو دمانے

- ۳۲ کجا بود که کنم یا مسیح دمسازے
 ۳۳ چرا باب مسیحی چو من جدا گردد
 ۳۴ بطبع چند را هم مسیح فرودش نیم
 ۳۵ من آن نیم که بداند چو زهر نام مسیح
 ۳۶ من آن نیم که بگردم ز سید لولاک
 ۳۷ ز باب رحمت جملہ جهان و عالمیان
 ۳۸ مگر کسے کہ بود همچو من غلام رسول
 ۳۹ عجیب احمد مرسل کہ هست جهان جہا
 ۴۰ خدائے پاک و محمد رسول و ہر مرسل
 ۴۱ نمود انیسے عشاق حق چنان ملک
 ۴۲ نہ کس رب بعامش نہ کس بحکمت او
 ۴۳ نہ کس بزم و تجمد نہ کس بصدق و وع
 ۴۴ نہ کس بعشق و محبت نہ کس بقرب وصال
 ۴۵ ہزار یوسف مصری پیش حسنش بیچ
 ۴۶ رفیع احمد مرسل گدا شود سلطان
 ۴۷ محمد است کہ رحمت گرش رسولانند
 ۴۸ گئے بمرحمت گیسو گئے بقامت او
 ۴۹ گئے بذکر علامات صدق او گفتم
 ۵۰ گئے بیان نشانش برک سعی قلاص
 ۵۱ ظهور مرگ - بطاعوں - نشان نصرت
 ۵۲ بہر و بحر نشانہائے صدق او پیدا
 ۵۳ چنانکہ بہر سحرا است آیت تعجیب
- چنان کہ کرد یہود ابمکر شیطانے
 کہ هست از پیئے دروم علاج و در مانے
 مسیح فروش دگر من دگر بہ ایقانے
 بے چو زہر بہ نزد م برائے شیطانے
 کجا بود کہ روم از دجہا تباہانے
 گریزد آنکہ نخواہد نصیب از خوانے
 کجا بود کہ کند ترک باب و دامانے
 خدا نما است و جو دش بفضل حکمانے
 چنان نمود کہ دیدم ہمہ ہمیزانے
 کہ سر در ہمہ گشتہ از خلق گہسانے
 نہ کس رب بعرفان او بعرفانے
 نہ کس بہمت و اخلاص جذب فیضانے
 نہ کس بفیض و کرم نے تحسن حسانے
 مزار عیسے دم از دش برفیضانے
 چنانکہ موز فیضش شود سیاحانے
 و لے محمد عربی شدش ثنا خوانے
 گئے بجلیلہ نگش - نمود تباہانے
 کہون شمس و خوسف قمر فیضانے
 چنانکہ ذکر عشار آمدہ بہ قرآنے
 قرار دادہ در اخبار خود چو فرغانے
 بکوہ و دشت علامات او باعلانے
 چنانکہ آیت تمصیر در بیاہانے

- ۵۳ نشان صدق بہ نفع خلق شظا ہر
۵۴ چہ نوع خلق جمادات و چہ نباتاتے
۵۵ چہ فرقہ ہائے یہود و چہ فرہائے ہنود
۵۶ چہ دوستان و فاکیش و چہ عدوئش
۵۷ چہ عسرویسر چہ جنگ نہر صلح و ظفر
۵۸ نشان صدق او پنجاب ہند و بنگالہ
۵۹ نشان صدق او جناب مالک غری
۶۰ غرض ز عالم کون و فساد چہ چیز است
۶۱ کسے نیامدہ از دشمنان حق بقتال
۶۲ کجا است آتھم ڈروئی و لیکھرام کجا است
۶۳ کجا شد است قصوری کہ بد دعا کردہ
۶۴ کجا معانہ پشیا لوی کہ دجسل نمود
۶۵ برآمد خامہ چو در رد کا فرمان حق
۶۶ نشان صدق کرد علیہ مذاہب
۶۷ چہ بود منظر دلکش باجماع عظیم
۶۸ فتاد بر سر ہر ساحرے پیش کلیم
۶۹ عجیب نمود نشانے بقوت اعجاز
۷۰ بوقت حرب وائل نہ کم ز شمشیر آمد
۷۱ بر صحیفہ کہ اعجاز خود بہ پیش نمود
۷۲ بیاں نمود بہر صنعت محنت صیہ را
۷۳ چنان خلوات حیات سبج باد وزید
۷۴ تاسف است مرا از ابا و مثل یہود
چہ خاک و آب چہ آتش چہ باد و باران
چہ نوع خلق ز حیوان چہ نوع انسان
چہ فرقہ ہائے مسلمان چہ اہل صلیبان
چہ طبقہ ہائے رجال و نسا و حبیبان
چہ زندگانی و مرگے چہ فرج و احزان
نشان صدق اد زارہ و رؤس جاپان
نشان صدق احوال و موم و اہل حق
کہ نیست شاہ حقیقتش بعنوانے
مگر بنجر حق کشتہ شد بمیدانے
کجا جمونی و بھینی کہ بود ثببانے
کجا کہ مرد بھلم بقہر دیا نے
کجا عدو بہ علی گڑھ کہ کرد کفرانے
نمود کار صوارم بزور برہانے
عجب نمود اثر بر رد ادیانے
مثال غزوہ خیبر بصدق و قانے
نمود از پئے سحر عصا چو ثعبانے
کہ ہر مخالف حق ہم شدہ ثنا خوانے
فروں کلام مؤثر ز تیغ برانے
عجب نمود پئے حجتے ز سامانے
چنانکہ مرد بموتش حکایت صلیبانے
کہ مرگ او شدہ درد رجائ نوانے
چہ ہم عقیدہ نصرانیاں مسلمانے

- ۷۵ خلافت حکم خدا و خلافت حکم رسول
۷۶ اگرچہ بہر حیات مسیح کو شامند
۷۷ چنان تنہا مسلم نہ در وقوع آمد
۷۸ ازیں چہ ہتک فروست ایسلمانا!
۷۹ ولے بقید حیات است حقے مریم
۸۰ دگر ز ہتک میں آنکہ نزد ہر بد میں
۸۱ بود ز قوم کلیے یکے مسیح آمد
۸۲ یہود گشتہ بانکار عیسے موعود
۸۳ کجا مسیح محمد کجا مسیح کلیم
۸۴ محمد است کہ جانم فدائے اسانش
۸۵ تمام خلق دہانے بانتظارش بود
۸۶ جہاں کہ بود چو غنچہ خوش و لب بستہ
۸۷ ہزار ہا در رحمت کشود از یمنش
۸۸ در اں زمان کہ طوفان نشان صدق آمد
۸۹ خدا بہمنت و رحمت چہ دور آوردہ
۹۰ زمین مردہ چہ سبزہ دیدہ از دم او
۹۱ جہاں ز ظلمت کفر و ضلال تلکے
۹۲ نمود از رخ محبوب خود ہمہ خواں
۹۳ وجود او شدہ منظر برائے ہر مہرسل
۹۴ بقادیان مقدس یہیں کہ بار دگر
۹۵ ندازد ادوی ایمں کہے شیفیت کلیم
۹۶ خدائے ماک نہاں بود چو گنج نہاں
- خلافت قول پیغمبر خلافت قرآنے
مگر حیات نہ یا بد کہ گشت بیجا نے
کہ ہتک شاہ رسولان کند مسلمانے
کہ مرد ز دشما زندہ دنگہا نے
کہ مرد ز خدا و رسول اعوانے
کم است آل محمد ز آل عمر ا نے
مگر آل محمد خلافت ا مکا نے
مسیح احمد مرسل کہ شاہ دہا نے
کجا محمد عربی و ابن عمر ا نے
کہ آمد است مسیح ز آل اعوانے
دلہم فدائے قدمش بجان قربا نے
بمقدمش چو گلے از نسیم و ہستا نے
ہزار عقدہ مشکل از دشا آسا نے
جہاں بدینچہ شیطان بقیدہ عیا نے
کشاد باب نابت ز لہر غفرانے
جہاں چو روضہ سہر سبز و بالوانے
شدہ بنور او تاباں چو روز تابا نے
نمود جلوہ حسنش غنی زہر آسا نے
نمود شان ہمہ انبیاء با فنا نے
ظہور کرد تجلی فور قارا نے
شنیدہ ایم ازینجا بسبع عرفا نے
نزد دل خویش خون جانا نمود با شافے

- ۹۷ خوشاکے کہ تماشائے نور لم یزلی
کنہ چو منظر طورے بنور جانانے
- ۹۸ خوشاکے کہ بنو شید ساغ و صلیش
خوشاکے کہ بہ صہبائے اوچو سکرانے
- ۹۹ خوشاکے کہ بکوعے نگار مسکن یافت
خوشاکے کہ دمیہ ز سوز و ہجرانے
- ۱۰۰ خوشاکے کہ چو من گشتہ طالع عشق
خوشاکے کہ خواہد سولائے جانانے
- ۱۰۱ بیا۔ بیا۔ دیدہ ساقیا بمن جاسے
کہ تابشورش عشقش کم فدا جانے
- ۱۰۲ چناں نگاہے بمن کہ من بہ پوزد
رسم بمنزل دلدادگاں بیک آنے
- ۱۰۳ چناں بہنت و حجت بمن نظر نہ رہا
پرہم بچویش عشق بیوئے جانانے
- ۱۰۴ چناں بستی عشقے شوم بگویت
کہ تابش نہ باشد بھو سکرانے
- ۱۰۵ چناں بجزیہ حسن بقاشوم مجذوب
کہ جز نگار نامد بیا دایں جانے
- ۱۰۶ بہ حسن یاربہ بینم جہاں چو آئینہ
بروسے یاربہ بینم جہاں در خوانے
- ۱۰۷ حویم قدس شود مسکن چو مرغ حرم
رسم بروضہ قدوسیاں بفیضانے
- ۱۰۸ گدائے کوئے شہانم باں امید بزرگ
بود کہ دولت علیا نواز داز خوانے
- ۱۰۹ کجا بود کہ گدائے کی بگرد اندو
کجا بود کہ روم از درش بجرمانے

زہے سعادت قدسی اگر تبول شود

دعائے بندہ درگاہ پیش سلطانے

(غلام رسول راجیکے)

ریویوز

ہدایات زیریں۔ زمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی برائے مبلغین خوشخط اعلیٰ درجہ آرٹ پیپر پر چھپی تقطیع۔

مجموعہ ۱۲۲ صفحہ۔ بلا جلد اور مجلد ۲۰ میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق سے دستیاب ہو سکتی ہے :

ست اپڈیش۔ مصنف ایڈیٹر زوہجواب "مکذیب" مصنف ایڈیٹر اعلیٰ گزٹ حجم ۸۰ صفحہ قیمت بلا جلد اور مجلد ۱۲۲

سوانح عمری حضرت شاہزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم۔ مصنف سید احمد نور محمد

نہاجر قادیان۔ سادہ اور مؤثر پیرایہ میں۔ قیمت ۳۰ سید صاحب موصوف سے مل سکتی ہے :

مسیح کی پٹاری کے دومی نمبر

نمبر ۲

تم بھی تو ویسے ہی ہو

ہم اس قسم کے دلائل کے کبھی قائل نہیں ہوئے۔ یہ کہنا کہ تم میں بھی وہی نقص ہیں جو ہم میں ہیں اس سے ہمارے نقائص کسی طرح ملے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس کا صرف اس قدر فائدہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بد لگام خصم کا منہ بند ہو سکتا ہے۔ لیکن اب زمانہ وہ نہیں رہا۔ اس کا الٹا اثر ہوتا ہے اگر کسی کی طبیعت ماننے کی طرف بھی مائل ہو جائے تو وہ بھی پھر ضد اور ہٹ سے سخت ہو جاتی ہے اور طبیعتوں میں فطرتاً نفرت واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں اس کا بے شک جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ایک سربج اثر ضرور ہوتا ہے وہ یہ کہ بعض دفعہ ایک شخص بڑی بے حیائی سے اور دلیل کے نہ ہونے کے باوجود بھی اعتراض پر اعتراض کیے چلا جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کے اعتراض ایسے ہوتے ہیں کہ خود اس کے معتقد آپر اسی طرح واقع ہوتے ہیں۔ لاکھ دلائل دو اس کا منہ بند ہی نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ اس کی بد مذہبی کا سد باب کیا جاوے اور اس کو کہا جاوے ۔۔ کہ میاں اپنی چار پائی کے نیچے بھی لاٹھی بھر کر دیکھو تمہیں دوسرے کی آنکھ میں تنکا نظر آ رہا ہے پہلے اپنی آنکھ کا شہ تیر تو کھلاؤ۔ خود تمہاری معتقدات یہی ہیں اور یہی اعتراض بجنسہ ان پر وارد ہو سکتا ہے

فما کان جو ایکم فھو جوا بنا

ریویو انگریزی بابت سنہ ۱۹۲۰ء میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اسلام اہل میں

کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ وہی پرانا مذہب ہے جس کو حضرت آدم نوح ابراہیم
موسیٰ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء ماننے اور منواتے چلے آئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ صرف اُس پرانے مذہب کی تجدید و زورت زما نہ و مکان کو مد نظر رکھتا
ہوا کرتا چلا آیا ہے۔ یہ مذہب ایسا ہی پرانا ہے جیسا کہ انسان یعنی جسے انسان
اور مخلوقات چلی آتی ہے یہی مذہب چلا آیا ہے۔ یہی صحیح فطرت انسانی کا مذہب
ہے اور رہا ہے اور اسی کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے
فطرتہ اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک
الدین القیم۔ یعنی اسلام ہی وہ الٰہی سانچہ فطرت ہے جس میں صحیح فطرت
انسانی ٹھیک طور پر اتر سکتی ہے۔ اس فطرت کا برقرار رکھنا مذہب کی غرض
و غایت قرار دیا گیا ہے۔ اسی کے متعلق یہ اکیدہ ہے کہ اس کو ہر قسم کی آلائش سے
پاک رکھنا چاہیئے۔ اسی کو بالکل صاف و پاک رکھنے کی ہدایت ہے انہی قواعد
کی پابندی عین مصلحت الٰہی اور مذہب کی روح ہے بس یہی فطرت صحیحہ ہے یا
بالفاظ دیگر انسان کا اعلیٰ و اعلیٰ جزو ہے جس کو ہمارا فرض ہے کہ گلے اور شرے
سے بچائیں۔ اس کو تروتازہ رکھیں اور اس پر کسی قسم کی خزاں نہ آنے دیں ایسا
نہ ہو کہ یہ خشک ہو جائے اور پھر اس میں سڑنا نہ پیدا ہو جائے۔ اسی حیثیت سے
ہم کہتے ہیں کہ اسلام نیا مذہب نہیں بلکہ سب سے پرانا مذہب ہے۔ پس ان حالات
کے موجود ہوتے ہوئے اگر ہمیں بعض ایسی تعلیمات بھی مل جاویں جو مشترکہ
طور پر بائبل میں بھی ہوں دیدوں میں بھی پائی جاویں زندہ و سائر
کا جزو بھی ہوں اور کسی اور جگہ بھی موجود ہوں تو اس سے کوئی قباحت لازم
نہیں آتی ہے اور نہ یہ کوئی جائزہ ہے۔ کیونکہ خدا کے فرستادہ ایک ہی قسم
کا پیغام لیکر ہر جگہ آئے اور جگہ اور زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر انہوں نے
اس پیغام کو پہنچا دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ملت ابیکم

ابراہیم ہو سنا کہ المسلمین اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قرآن شریف دعویٰ کرتا ہے کہ اسلام ہی مذہبِ ابراہیم ہے۔ عبادہ ازیں قرآن شریف دعویٰ ہے کہ اس میں تمام سچی تعلیمات شامل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: *یہی اکتب قیامہ* یعنی اس میں تمام مستند کتب شامل ہیں۔ ان دعاوی کے موجود ہونے پر سچے پھر قرآنی تعلیمات کو ستر کرنا ایک بڑی بے مودگی ہے۔ اگر کوئی ستر کرنا چاہے جی کو خوش کر سکتا ہے تو اسکو مبارک ہو لیکن یہی ایک بات ہے جو ہم قرآن شریف کے امامی ہونے اور اسکی ضرورت ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اس کے سوائے اور کوئی راہ نہیں۔ اور ہر عقلمند اسی کو تسلیم کرے گا۔ پادری صاحبان لاکھ کوشش کریں اس تہذیب و ترقی کے زمانے میں کوئی سمجھدار آدمی اس امر کے تسلیم کرنے کے لئے ہرگز طیار نہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے اس نے سوائے بنی اسرائیل کے تمام بنی نوع کو اندھیرے میں رکھا اور فطرت انسانی کے مزلنے میں ایک ہونے کے باوجود بھی کبھی کسی کو کچھ کہا اور کسی کو کچھ۔ فطرت حقہ و صحیحہ ہر وقت و ہر آن و ہر جگہ میں ایک ہی رہی ہے اور ایک ہی رہیگی۔ ہاں گرمی سردی کا تغیر ہوتا رہتا ہے سو یہ عارضی اور زواید میں داخل ہے۔ ایسی قطع و برید ہر وقت لگی رہتی ہے اور رہیگی۔

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض صرف یہی نہیں ہوتی کہ نئے احکام و نئے قواعد و نئے اصول و نئے رنگوں کو کر سکتے رہیں جو کوئی آوے ایک نئی بنیاد ڈالے۔

ہر کہ آمد عمارت تو ساخت و رفت منزل پیر گزیر و رفت

انکی اصل غرض اصلاح نفس ہوتی ہے جو وہ قومی طور پر اس کے لئے مبعوث کیے جاتے ہیں اور ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ تجییر دین کریں۔ دین وہی پرانا ہوتا ہے۔ اب یہ مسلم امر ہے کہ اصلاح نفس کے لئے کوئی بہت بڑے آئینوں

اور قواعد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ روحانیت پیدا کرنے کے لئے صرف چند امور کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ بیرونی نہیں اندرونی ہوتے ہیں جن کو ظاہری صورت دینا بہت مشکل ہوتا ہے ان انبیاء کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ مخلوق کا خالق سے تعلق درست ہو جائے اور ہر انسان کا دوسرے انسان سے تعلق ٹھیک ہو جائے اسی کو دوسرے الفاظ میں ہمدردی بنی نوع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ ہر دامن آپس میں لازم و ملزوم کے طور پر واقع ہوئے ہیں سچی انابت الی اللہ کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ سچی ہمدردی بنی نوع سے پیدا نہ ہو جائے۔ ان مرد و اموات کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو اپنی ہستی کا علم ہو اور پھر اپنے اور قابو پانے کی طاقت حاصل ہو جائے یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیے کہ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اپنے اندر قربانی کا مادہ پیدا کرے۔ امیر ہو یا غریب سب کو ایک ہی راہ پر چلنا پڑتا ہے اور یہ سب بغیر بہت بڑے دنیاوی علم و فضل کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ بہت بڑا سائنس دان ہو کر ہی سچی ہمدردی پیدا کر سکتا ہو یا اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کا صرف اس قدر کام ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی میں اپنے انفس قدسی و برقی جذبہ سے ایک ایسا تغیر عظیم پیدا کرے کہ اس انسان کی موجودہ زندگی پر ایک کامل موت وار ہو جائے اس کے لئے اس نبی کو صرف ان اصولی امور و رموز حکمت کو استعمال میں لانا پڑتا ہے جو حضرت صیحہ میں پہلے ہی سے مرقوم ہیں اور خالق الکل نے اپنی مصلحت نامہ کے ماتحت ہر ایک طبیعت میں ان کو ردیعت کر دیا ہے یہ اصول کثرت بیش تمام کتب مقدسہ میں پائے جاتے ہیں ضرورت اصل میں ان اصول کی اتنی نہیں ہوتی جتنی کہ اس تیز کی ہوتی ہے کہ ان اصولوں کو ایک زندہ جامہ پہنا دیا جاوے اور یہ ممکن نہیں کہ یہ بات بغیر وساطت نبی کے محل وقوع میں آسکے۔

والا وہ اصول تو ہر فطرت انسانی میں رکوز ہیں یا اس معنی کہ جب نبی اپنی قوت قدسی اور برقی جذبہ کے اثر سے فطرت انسانی جو پہلے ایک خواب کی حالت میں مردہ پڑی ہوتی ہے بگاتا ہے تو اس وقت وہ پوشیدہ طاقتیں ظہور میں آجاتی ہیں جو خالق فطرت نے ہر انسان کو ودیعت کی ہوتی ہے جوں جوں وہ نبی ایسا اثر ڈالتا ہے اور ان اصولوں کی پابندی کرتا ہے توں توں انسان کو بخیر بخیر محسوس ہوتا ہے کہ اسکے اندر سے وہ باتیں نکل رہی ہیں اور عین اس کی فطرت کے مطابق ہو رہی ہیں۔ یہ سچائے خود ایک بڑا مضمون ہے۔۔۔۔۔

.. جو ایک بسیط بحث کو چاہتا ہے یہاں ہمارا منشاء صرف یہ ہے کہ ان نبیہ قوتوں کے آشکارا کرنے میں اور ان بنیادی اصولوں پر انسان کو چہرہ کرنے کے لئے ایک آسمانی وجود کی ضرورت ہوتی ہے جس کو ان اقوات کے ابھارنے کے بعد صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ کہیں کوئی شاخ بے ڈھنگی نہ نکل جائے بس وہ ہر وقت باغبان کی طرف نظر اڑھتا اور تراش کیئے جاتا ہے پیوند کی ضرورت پر پیوند ورنہ قطع و برید حسب ضرورت اس کا کام سے پس یہی ایک کام ہے جس کے لئے تمام انبیاء مبعوث ہوتے ہیں اور اسی کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے *

لیکن مسیحی مشنری کو اس سے کوئی سروکار نہیں اس کا فرض ہے کہ اعتراض کرتا جائے یہ اس نے کبھی نہیں دیکھنا کہ وہ کس پر اعتراض کر رہا ہے کہیں اعتراض گھر پر تو نہیں پڑتا۔ اس کو اصل عمارت ہے جو اس مجدد اعظم اور دنیا کے بہت بڑی محسن نے قائم کی کوئی واسطہ نہیں عمارت عالیشان ہو ہر طرح سے رہنے کے قابل ہوں تمام آرام و آسائشیں اسمیں مہیا ہوں کوئی ایک ضرورت چھوٹی یا بڑی ایسی نہ رہ گئی ہو جو اسمیں موجود نہ ہو۔ اس کا کام بس یہ ہے کہ یہ نکتہ چینی کرے کہ یہ اینٹ فلاں گرے ہوئے مقبرہ سے اٹھائی گئی ہے یہ پتھر فلاں مسما قلعہ

مسیح کی پہاڑی تعلیم کے ہر دی نازد

جلد ۲

۴۱۶

سے لایا گیا ہے۔ یہ چیز غلام نباء شدہ اور نابڑے ہونے مکان سے لائی گئی ہے وہ یہ
 نہیں دیکھتا کہ ان عمارتوں میں بھی یہ چیزیں کسی اور جگہ سے لا کر لگائی گئی تھیں۔ اور
 پھر اسکو بھی نظر نہیں آتا کہ اگر ایک جگہ آؤ بول رہے ہوں وہاں سے اگر کچھ
 مصلح نکال کر کسی بہت ہی مفید کام میں لگا دیا تو گناہ کو نسا کیا۔ لیکن اس کی
 مسخ شدہ طبیعت یہ گوارا تو ضرور کرتی ہے کہ وہ بد نما داغ دنیا میں رہ جائے
 اور اس کے کھنڈرات نظر آئیں لیکن انسان کے رہنے کے لئے اس سے
 ذرا ہٹ کر صحت کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی اور عالیشان مکان طیار
 نہ ہو۔ کیونکہ اب کوئی دمام افتادہ اس اچھے ہوئے مزار کے مجاور کے پاس کب
 آنے لگا۔ راز و نا اسی امر کا ہے کہ اس کے پرانے قصہ کہانی اور گزشتہ یاد کی
 موجودہ عمارت بالکل کس مہر سی میں ڈال دی گئی ہے پس یہی وجہ ہے کہ وہ تیرہ
 ترکش منبھا سے لے کر نئی عمارت پر دم کرنے والوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے پس
 ضرور ہوا کہ ہم یہ سلسلہ مضامین شروع کریں اور اسکو سمجھائیں کہ جس تباہ شدہ
 مقابر کی پرستش اسکو مجبو کر رہی ہے کہ نیا محل طیار نہ ہو وہ ان تباہ شدہ مقابر
 کی خود بوسیدہ اینٹوں وغیرہ کو دیکھے آیا اسکا مصالحہ وغیرہ کسی اور جگہ سے تو
 اکٹھا نہیں کیا گیا اور یہ بھی دیکھے کہ جب ان کے زمانے میں ان مقابر کی تعمیر
 شروع ہوئی تھی تو آیا اس وقت بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے یا نہ تھے جو ان پر
 ان استخوانوں کی خاطر نئی ٹیکل رہنے نہ دیتے تھے۔ پس یہ تمام چھان بین محض
 ہی وجہ سے شروع کی جاتی ہے والا ہمارا دل نہیں چاہتا۔ مگر چونکہ وہ مہر ہیں
 اس لئے ضروری ہے کہ انکھیں کھولی جاویں۔ پھر ان کو مدعو ہو کہ دوسرے کے
 گھر پر حملہ کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔

گزشتہ آرٹیکل کے سہ دیکھو اور دوریو جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۷ سے
 لیکر ۲۳۱ تک میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پہاڑی غلط فہمی پہلی دو آیتوں کے ماخذ

عہد حقیق میں موجود ہیں اور ہم نے خلاصہ ان آیات کو بھی دیدیا ہے۔ اب ہم اس سلسلہ مضمون کو آگے چلاتے ہیں۔

تیسری تبریک یوں ہے ”مبارک وہ جو دل کے حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہونگے“ یہ زبور ۱۰۳ آیت ۱۱ کی نقل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ”غریب دل زمین کے وارث ہونگے“ ساتھ ہی ملاحظہ ہو زبور ۵ آیت ۱۳۔ اسی قسم کی آیت پندرہویں کی کتاب ۲ آیت ۹ میں موجود ہے ”کہ برگزیدوں کے پاس ہی نور خوشی اور اطمینان ہوگا اور وہ زمین کے وارث ہونگے“

مشر جیولڈ فریڈ لینڈر (Mrs. Gerald Friedlander) جس کی کتاب سے اس آئین کا بہت راحصہ اور پہلے آئین کا مکمل کا بیٹہ ترجمہ اخذ کیا گیا ہوکتا ہے اور اس کا گناہنایت ہی صحیح ہے ”کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ لوقا ان برکات کا کمال ذکر نہیں کرتا جو حلیم صلح پسندی پائیزگی رحم اور کریمیت کے متعلق مذکور ہیں یہ مکمل ہے کہ حضرت مسیح کی اصل تعلیم میں ان کا ذکر نہ ہوا“ وجہ یہ ہے کہ لوقا جو کچھ لکھتا ہے وہ محض پوروس کی خاطر یا اس کے ایمان و ہدایت کے ماتحت۔ رسولوں کے اعمال جو نئے عہد نامہ کی پانچویں کتاب سے اور جس میں حواریوں کے حالات درج ہیں وہ بھی لوقا کی تصنیف ہے اس میں صنف کی یہ کوشش ہے کہ پوروس کے مسلک کی حمایت کی جاوے اور اسی کی پوریسی کا اثبات ہو۔ اب یہ درود روشن کو طرہ ثابت ہے کہ پوروس کی تعلیم میں عمل ایک بالکل بے حقیقت چیز ہے اور شریعت اس کے نزدیک اہمیت سے کم ہے کیونکہ اس کا مقولہ ہے ”کہ اگر سارا مال کے ساتھ نجات نہیں پاسکتا اور نہ ہی وہ راستہ باز ٹھہرتا ہے، اس سے لوقا کی تجلیاں میں ان خوبیوں کا ذکر یا ان کے شہرت کا کوئی بیان نہیں ہو سکتا“

پھر اسی پہاڑی دھند میں حضرت مسیح فرماتے ہیں ”مبارک وہ جو راستہ بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ سیر کئے جاویں گے“ دیکھئے زبور ۴۱ آیت کہتی

مسیح کی پہاڑی تعلیم کے یہودی ماخذ جلد ۲

ہے کہ ”میری روح خدا اور زندہ خدا کی پیاسی ہے“ مسٹر فریڈ لینڈر کے خیال کے مطابق راستبازی کا لفظ خاص محمد عتیق سے مخصوص ہے یرمیا باب ۲۳ آیت ۶ میں خدا تعالیٰ خود راستباز بننے کا وعدہ کرتا ہے اور کہتا ہے اس سے لوگوں کی بستگاری ہوگی۔ متی کی آیات کے منقح چند نظائر ملاحظہ ہوں۔ ”تو اس کی جو سرسہر حق ہے پیروی کیجیو تاکہ تو بچے اور اس زمین کا جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے وارث ہو۔“ (استثنا باب ۱۶ آیت ۲۰)

اور صداقت کا انجام صلح ہوگا اور صداقت کا پھل ابدی سکھ اور آرام ہوگا (یسعیا باب ۵۵ آیت ۱) میری سنو! لوگو تم جو صداقت کی پیروی کرتے ہو اور خداوند کے جو یاں ہو (یسعیا باب ۵۵ آیت ۱) وہ جو حلیم ہیں کھاؤ نیکی اور سیر نیکی اور وہ جو خداوند کے لب میں اسکی تاش کر نیکی (زبور ۲۲ آیت ۳) وہ جو صداقت اور رحمت کی پیروی کرتا ہے زندگی اور صداقت اور عزت پاتا ہے (امثال باب ۱ آیت ۲) وہ (خدا) جو صداقت کی پیروی کرتا ہے دوست رکھتا ہے۔ (امثال باب ۱ آیت ۹) اسکے بعد کی تبریک یوں ہے ”مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائیگا“ عمدہ نظائر حسب ذیل ہیں ”مبارک ہے وہ جو مسکین کی فکر رکھتا ہے خداوند بیت کے وقت رہائی دیگا“ (زبور ۴۱ آیت ۱)

وہ جو کنگاں پر رحم کرتا ہے مبارک ہے (امثال باب ۱۲ آیت ۲۱) ظالمود میں لکھا ہے جو نبی نوع پر شفقت کرتا ہے اس پر خدا شفقت کریگا۔ پانچویں تبریک متی کی یہ ہے ”مبارک وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے“ پاک دل کا لفظ زبور ۲۴ آیت ۴ میں آتا ہے اور زبور ۲، آیت ۱ بطور نمونہ کے درج کی جاتی ہے جو یہ ہے ”تس پر بھی خدا اسرائیل کے لئے جتنے صاف دل میں خوب ہی ہے“ اس کے علاوہ زبور ۷ آیت ۱۰ اور زبور ۱۱ آیت ۷ اور زبور ۱۵ آیت ۱۵ اور زبور ۹ آیت ۱۱ دوسرے نظائر ہیں۔ چھٹی تبریک یہ ہے ”مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے

بیٹے کمالیٹنگے، پلنڈر، لیلہ کی جو ایک مشہور یہودی ربانی لوگوں میں سے ہوا ہے یہ تعلیم تھی کہ ”صلح سے پیار کرو۔ صلح کی جستجو کرو اور تمام بنی نوع سے محبت کرو“ اب یہ بزرگ یہودی مسیح سے بہت پہلے گذرا ہے اور کہتے ہیں کہ طالمود بھی اس کی تصنیف ہے۔ پھلو (Philo) ایک دوسرا یہودی رہتی ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ تمام وہ لوگ جن کو تمام لوگوں کے باپ یعنی رب العالمین کا پورا پورا علم ہے وہ خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں، اس بزرگ کا قول ہے کہ معرفت الہی کے معنی میں کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق میں اپنے آپ کو رنگین کرنا تخلقوا باخلاق اللہ مشہور حدیث بھی ہے حضرت یسعیا فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ ہی سلامتی اور صلح پیدا کرتا ہے“ ملاحظہ ہو باب ۱۹۔ ”خداوند اکتا ہے کہ میں لبوں کا پھل بد اگر تاپو سلامتی سلامتی اسکو جو دوسرے اور اسکو بھی جو نزدیک ہے اور تیسری اسے صحت دینگا“ اس لئے انسان کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگیں کرے اور اسی کے نقش قدم پر گویا چلے جس کا نام سلامتی ہے ملاحظہ ہو (لویٹی کس رہا باب ۹) لیکن کیا ہی پاک تعلیم ہے اسلام کی جو اکتا ہے کہ خود اس مذہب کا نام سلامتی ہے اور جو اسلام کو مان جیتا ہے وہ سلام اور مسلمان ہو جاتا ہے اس مذہب کا بیچھنے والا بھی ”السلام“ ہے اور اس مذہب کی انتہا بھی سلامتی ہے اور بہشت میں بھی تمام مسلمانوں کا در و وظیفہ سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اسی تبریک کے لئے ایک اور نظیر یسعیا باب ۵۲ آیت ۷ میں موجود ہے ”پہاؤں کے اور کیا ہی خوش نما ہیں اس کے پاؤں جو بشارتیں دیتا ہے اور سلامتی کی منادی کرتا ہے اور خیریت کی خبر لاتا ہے“ ساتھ ہی ملاحظہ ہوں ذکر باب ۱۶ آیت ۱۹ اور ۲۳ آیت ۱۴ اور امثال باب ۱۲ آیت ۸۔

آخری تبریک یوں ہے۔ "مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سببتائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے۔" اس کے لئے ملاحظہ ہو یسعیانہی کی کتاب باب ۵ آیت ۱۰ اور ۱۱ جس میں لکھا ہے۔ "میں اپنی پیٹھ مارنے والوں کو دیتا اور اپنے کمال ان کو جو بال کو نوچتے ہیں اپنا منہ رسوائی اور تحشوک سے نہیں بچاتا پر خداوند یہود امیری حمایت کرتا اور اس لئے میں شرمندہ نہ ہوں گا اور اسی کے لئے یکتہ چٹھاق کے پتھر کی مانند اپنا منہ رکھ دیا اور مجھے یقین ہے کہ پتہ سیمان ہوں گا۔" اس کے بالمقابل ملاحظہ ہو یسعیانہ باب ۱۵ آیت ۱ سے ۱۲ تک :

پیشتر اس کے کہ اس تبرکیوں والے مضمون کو ختم کیا جاوے مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کی توجہ ایک ضمنی امر کی طرف بھی منعطف کروائی جاوے کیونکہ اس کا اس مضمون سے ایک خاص تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ہم پہلے ہی ذکر کر آئے کہ لودا میں عالم صلح جوئی یا صلح ہندی۔ پاک دلی۔ ارم در کر میت کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ گویا موفت کی طرف سے یہ ہو ہو گئی ہے۔ ان کا ذکر نہ کرنا ایک خاص مصلحت کے ماتحت ہے اور عیا کہ ہم اشارہ ذکر بھی کر آئے ہیں کہ اسکی بڑی وجہ پولوس کی حکمت عملی ہے یہ جو کچھ لیا گیا ہے خاص پولوس کے اثر کے ماتحت کیا گیا ہے۔ ان تبریکات کی مختلف قراتوں کا اگر مقابلہ کیا جاوے تو صاف نظر آ رہا ہے کہ اوائل زمانہ عیسائیت میں دیکھ کر وہ موجود تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ اپنا سر کھڑا کر رہا تھا اگرچہ پورے طور پر نمودار نہیں ہوا تھا اور نہ اپنی انتہا کو پہنچا تھا۔ دونوں گروہ اپنے اپنے رنگ میں ساتھ ساتھ کام کرتے تھے۔ نئے نظر آ رہے ہیں ایک طرف پولوس کا رنگ جتنا ہوا نظر آ رہا ہے تو دوسری طرف دوسرا رنگ اپنا اکھاڑا جھاتا ہوا نظر آ رہا ہے متی کی انجیل کا مصنف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محض اس خیال کو مد نظر رکھ کر کتاب آلیف کر رہا ہے کہ اس نے یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا رہا ہے اسکی کتاب یہود کیلئے

لکھی جا رہی ہے مگر ساتھ ہی کہیں کہیں وہ ایسا بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کے زیر اثر آگیا ہے۔ ہر ایک شخص جو ذرا سا بھی تدبیر کو کام میں لائیو والا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ کشمکش ہر دو طرف سے جاری ہے۔ لیکن یہ ٹولف ہر دو گروہوں کے درمیان رہنا چاہتا ہے اور اپنی طرف سے اس کی کوشش یہ ہے کہ ہر دو متخالف گروہوں کے درمیان موازنہ قائم رکھے۔ بیشتر حصہ اس کی کتاب کا اس مضمون پر ہے کہ حضرت مسیح کی بعثت محض بنی اسرائیل اور ان کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے مخصوص تھی اور اسی لئے وہ یہودی شریعت سے باہر نہیں جاتا بلکہ یہودی خیالات اور معتقدات کا حامی معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس امر پر اس کا بڑا زور ہے کہ اعمال کی سخت ضرورت ہے، برخلاف پولوس کی تعلیم کے کہ مہارنجات صرف ایمان ہے اور اعمال نہیں ملاحظہ ہو رسولوں کے اعمال اور پولوس کے خطوط ۵

حضرت مسیح کی تعلیم جو متی میں من ررج ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم میں کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی۔ تمام بنی نوع کی ہمدردی اور ان کی نجات ان کا ورد زبان ہے۔ اور جہاں کہیں ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جس میں دائرہ نجات محدود ہوتا نظر آتا ہے وہیں ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن سے یہ تنگی خیال بالکل چھپ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر متی کی تبریکات اور لہجہ کو دیکھا جاوے۔ اس میں حضرت مسیح کوئی اپنی یا اپنے ماننے کی تخصیص نہیں لگاتے ان کی تعلیم عام ہے یعنی ہر وہ شخص جس میں وہ باتیں پائی جاتی ہوں اس بکرت کا مستحق ہے جو حضرت مسیح اس کے لئے مقرر فرماتے ہیں۔ گویا بالفاظ دیگر ان تبریکات میں تمام بنی نوع شامل ہیں اس میں حضرت مسیح کا کوئی اپنا مذہب معلوم نہیں ہوتا جو بھی ان باتوں پر عمل کرے وہ نجات حاصل کر سکتا ہے مسیح کا ماننا ضروری نہیں گویا یہ عمومیت کا مذہب ہے جس میں سے شخصیت بالکل اڑادی گئی ہے جس قدر بھی حلیم۔ غریب دل۔ غم خوار۔ پاک دل اور صلح پسند لوگ ہیں

تمام کے تمام بغیر کسی قسم کی روک ٹوک سے ابدی زندگی کے وارث ہونگے اور آسمان کی بادشاہت میں ان کو داخل کر لیا جائیگا۔ اور بات بھی عجیب ہے کہ اگر ایسے سنات والے آدمیوں کو آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ کیا جائے تو پھر خداوند خدا نہ صرف غیر منصف بلکہ حدود عقل سے تجاوز کرنے والا معلوم ہوگا۔

برخلاف اس فیض عام اور عمومیت مذہبی کے قوت کا مذہب، ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ قوتِ غیرِ مسیحیوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے اور اس نے جو آسمانی بادشاہت کا
نقشہ کھینچا ہے اس میں تو صرف سوائے حضرت مسیح کے حواریوں کے اور کسی کو
لکھنے کی اجازت نہیں۔ ہم یہاں قوت کے الفاظ بجنہ درج کرتے ہیں بھان تھیں
جہاں بہت بخند شبہ وہیں ان کو غور سے لڑتے کیا جاوے۔ یہ امر سنے اسے
شرگوروں کی طرف نظر نہ کرنا مبارک ہو جو یہ غریب جو بیکار ان مادیات
تھیں ایسے مبارک ہو تم جو آپ بھولے ہو جو اسودہ ہوئے مبارک ہو جو
بوجہ روستے ہو کیونکہ بنوئے تیب این دم کہ یہ ایک نام کے تھے
اور نہیں خارج کر دیئے اور نعرہ صراحت کیلئے اور شمار نہ ہو کہ یہ کافر تھے
تو تم مبارک ہو گئے اس دن خوش ہونا۔۔۔ اس پر تم کو ہر روز سہ

یہ ممکن ہے کہ توتہ کی تعلیم ہی حضرت شیخ کی اپنی تفسیر و تفسیر سے یہ دیکھ کر کہ
اس کے فاسد بننے کی وجہ سے یہ تفسیر اور اس وقت اور اس وقت سے کہ ایسا
نہ ہو کہ اس کے آثار کی تعلیم ہو۔ یہ تفسیر سے نہ تفسیر میں بعض باتوں کو اور اس میں
بعض باتوں کو یا ان کے ساتھ ہے۔ اس کے اس وقت سے اس تمام فاسد و تفسیر
جو اس سے یہ تمام تفسیر و تفسیر سے اور دنیا کی باتوں سے یہ تفسیر میں
یہ تفسیر سے یہ تفسیر سے کہ اس کا تعلیم سے اس سے یہ تفسیر میں
وہ تفسیر اور تفسیر و تفسیر سے اس سے یہ تفسیر میں
یہ تفسیر سے یہ تفسیر سے یہ تفسیر میں یہ تفسیر سے یہ تفسیر میں

کہ متنی یہ کہ شہر میں ہر کہ حضرت مسیح علیہ السلام کھانا تیار بازی سے جو تفریق اور خلیج
یہود اور حضرت مسیح کے پیروؤں کے درمیان حاصل ہوئی تھی اس کو پاٹ دیا
جدا کے لیے بھی ممکن ہے کہ یہ تمام تفریق وقت کی طرف سے ہی واقع ہوا ہے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پولوس اور حضرت مسیح کے دو سرے حواریوں کے درمیان
ایک بین اختلاف واقع ہو گیا تھا اور حضرت عیسیٰ بن ماری قائم ہوئی تھی اور
ہی ہود اور حضرت مسیح کے درمیان نہیں بھی ایک صریح الشقاق اور تفریق ہو چکی
تھی۔ پولوس اور اس کے بھی خواہ اس امر پر تلے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہودیوں
سے قطع تعلق کر کے اغیار کو اپنے ساتھ لایا جاوے اور ان کی ہمدردیوں کو حاصل
کیا جاوے تاہم کچھ بھی کیوں نہ ہو پولوس اور لوقا ایک فریق کے سرگروہ ہیں
اور ان کا منشاء یہ ہے کہ اغیار کی حمایت کی جاوے اور انکی خاطر شریعت
اور اعمال کا جو احوال اختیار کے راستہ میں ایک بڑی روک ہو رہے تھے اسکو
لعنت قرار دیکر بالکل اٹھا دیا جاوے تا کہ غیر اقوام کے لوگوں کے ساتھ وہ
کھلے بنوں مل سکیں پس یہ بالکل ممکن ہے کہ اصل وجہ یہود سے کلی
علیحدگی کی پولوس اور اس کے ہم نوا ہی ہوں ۔

اس مضمون کو ہم مسٹر فریڈلینڈ کے ہی الفاظ میں ختم کرتے ہیں کہ
”تسلیم کرتے ہوئے کہ ان تبریکات میں بہت اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی
گئی ہے۔ ہمیں اس امر کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ان میں
جس قدر بھی تعلیم ہے وہ سب یسعیا اور زبور میں پائی جاتی ہے“
محمد دین

کتب ذیل مولیٰ عنایت اللہ صاحب بریلوئی کے کتب دیان رقیہ شامل سکتی ہیں۔ مکتوبات امام مہتمم صفحہ
خطہ القرآن ۱۶ صفحہ۔ فصاح مسیحین ۱۰ صفحہ۔ سی حق ہدایت اللہ ۱۰ صفحہ۔ لوح الہدیٰ ۱۰ صفحہ
بکری بن گئی مع سی حق منورہ ۱۰ صفحہ۔ زار دس کا سوڈا۔ بیکر کے متعلق نسخہ مسیح و عیسیٰ

کیا حضرت مسیحؑ نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا

دنیا میں جب اللہ تعالیٰ کے مامور آیا کرتے ہیں تو اس وقت انکی تائید میں خدا کے فرشتے لگ جاتے ہیں چنانچہ جس غرض کو وہ پورا کرنا چاہتے ہیں وہ آخر پوری ہو ہی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے بھیجا کہ مسیح ابن مریمؑ کو جو دنیا کا ایک بڑا حصہ بہت بنا رہا ہے اس کو توڑ دیا جاوے۔ چنانچہ یہ بہت اب حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے خود بخود پگھلنا شروع ہو اُسے ذیل میں ہم ایک لیکچر کا ترجمہ دیتے ہیں جو ڈاکٹر ریش ڈل ڈین آدکار لائل نے

Dr. Rashid Dean of Carlisle

لیکھ کر جمع ہوئے تھے دیا۔ یہ پادری نزد ایک بڑا مشہور و معروف آدمی ہے اور اس کے لیکچر کا یہ اثر ہوا ہے کہ تمام عیسائی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا ہے اور عیسائی اخبارات کی رائے میں لوگوں نے دلور میں یہ خیال بنیاد کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ کی الٰہیت کے سوال پر دوبارہ غور کرنا چاہیے۔ ذیل میں ہم وہ لیکچر دیتے ہیں۔ بعض جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے کیونکہ وہ حصہ عیسائیت کے اندر دینی مسائل کے متعلق ہے جن سے ہمیں سروکار نہیں۔ مضمون مملکت کے روزانہ اخبار *Daily Graph* سے لیا گیا ہے وہو ہذا :-

”موجودہ عیسوی مذہب کے علماء اور پادری کما فاک مسیحیت کی اصل اور سچی تعلیم سے دور جا پڑے ہیں وہ ۱۳۔ اگست کے اجلاس علماء سے ظاہر ہوتا ہے اس کانفرنس کے ایک بھر۔ مجمع میں ویری ریورنڈ ہسٹنسنس ریشڈل ڈین آدکار لائل نے مسیح کی ابنیت اور اقنوم ثانی کے مضمون پر لیکچر دیا۔ اُس نے کہا کہ آجکل بڑے زور سے اس امر کا مطالبہ ہو رہا ہے کہ روشن خیال

علماء کو چاہیے کہ وہ اس امر کا روشن اور واضح طور پر اعلان کریں کہ انکی مسیح کی الوہیت سے کیا مراد ہے اور کتب مقدسہ میں جہاں کہیں یہ الفاظ آتے ہیں وہاں ان کا کیا مفہوم سمجھنا چاہیے اس مضمون کے منفی پہلو پر توڈاکٹر موصوف نے کہا کہ حضرت مسیحؑ نے کبھی دیکھی نہیں کیا کہ وہ خدا تھے۔ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے خود بھی اپنے آپ کو ابن اللہ کے لفظ سے پکارا ہو یا صحیح طور پر ان کو سمجھا دیا ہو کہ آپ نے کم از کم دوسروں کو اس لفظ سے اپنے آپ کو پکارتے ہوئے نہ روکا ہو لیکن یہ کسی صحیح حدیث یا روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ جہاں تک ان کا اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بقائمی ہوگا جو اس تھا وہ سوائے انسان ہونے کی حیثیت سے علاوہ کوئی اور شخصیت ہونے کی حیثیت سے تھا یہی نہیں بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ جیسا ان کا تعلق خدا سے ہے ویسا ہی دوسرے انسانوں کا بھی ہو جائے۔

اس سے صاف طور پر عیاں ہے کہ حضرت مسیحؑ پر سے معنوں میں انسان تھے۔ ان کا نہ صرف جسم ہی انسان تھا بلکہ ان کی شرح عقل اور ارادہ سب انسانی تھے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسیحی چین نے اس سچائی کے تسلیم کرنے میں بہت عرصہ سے پس دپیش ضرور کیا ہے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو ایماندار سمجھتے ہیں ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ مسیح میں انسانیت بالکل واقعی صرف اقوام ثانی نے انسانی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ مجھے بہت سے ایسے تعلیم یافتہ اور روشن خیال رومن کیتھولک لوگوں کا مسلمہ ہے جو اس امر سے محض نا آشنا ہیں کہ حضرت مسیحؑ میں انسانی روح موجود تھی اور نیز یہ کہ چرچ کی بھی یہی تعلیم ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آجکل جس عام طور پر مسیحی تعلیم سمجھا جاتا ہے وہ اپنی انہی اہمیت جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ میں انسانیت بالکل نہ تھی آپ صرف اقوام ثانی تھے جنہوں نے

۴۲۶ کیا حضرت مسیحؑ نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا جلد ۲

انسانی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ رد من کی نفو کا مذہب کے بعض بڑے سرگرم حامی گواس امر سے انکار کریں لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ وہ بھی دانستہ یا نادانستہ اس اپولی نیری ازم (Apollinarism) کے اثر کے ماتحت ہیں کیونکہ ان کے اعتقاد میں حضرت مسیحؑ میں انسانی ارادہ نہ تھا۔ ڈاکٹر بیش ڈل نے یہ بھی آگے بڑھا کر کہا کہ یہ عقیدہ رکھنا بھی حضرت مسیحؑ کی تعلیم کے خلاف ہے کہ حضرت مسیحؑ کی روح پہلے ہی سے موجود تھی یعنی مخلوق نہ تھی یہ بھی وہی ملحدین ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ مسیح انسان نہ تھا صرف اقنوم ثانی تھا اور قدیم سے موجود تھا۔

پھر حضرت مسیحؑ کا الٰہی صفات والا بندہ ہونا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ آپ کی پیدائش ضروری کنواری کے پیٹ سے ہو یا یہ کہ کسی اور مہجرانہ صورت سے رونما ہوئی ہو۔ اگر تاریخی طور پر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت مسیحؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے تو اس سے ان کی الٰہیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی اس امر کا عدم ثبوت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ میں الٰہیت نہ تھی۔ اور نہ ہی حضرت مسیحؑ کی الٰہیت سے یہ مراد ہے کہ آپ عالم الغیب تھے۔ جبے بشپ گور کے ہیمنٹن (Bampton) لیکچر فرم ہوئے ہیں اس وقت سے یہ ضرورت کم ہو گئی ہے کہ اس امر پر حد سے زور دیا جائے کہ حضرت مسیحؑ عالم الغیب نہ تھے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ کا محدود العلم ہونا ابھی تک لوگوں کے دلوں میں بیٹھا نہیں۔ موت و حشر و بعد الموت و دنیا و جنت کے متعلق جس قدر بھی موجودہ زمانے میں تحقیقات ہو چکی ہیں وہ سب اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت مسیحؑ کے عالم الغیب نہ ہونے اور محدود العلم و العقل انسان ہونے کے متعلق حیرت پر بھی زور دیا جائے وہ کم ہے یہاں تک کہ بشپ گور بھی تسلیم کرنے کے لئے طیارہ ہو کہ حضرت مسیحؑ نے ان کو رہا کیا

امور کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے اس کو آپ کتنا ہی ہلکا کر کے دکھا دیں اور کوشش کریں کہ حضرت مسیحؑ نے یہ بھی نہیں کہا اور وہ بھی نہیں کہا۔ تاہم اس امر کے تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ حضرت مسیحؑ کی بہت سی امیاریں جو آیتوں سے وابستہ تھیں وہ برہنہ آئیں۔ اور تاریخ ان کی تصدیق نہیں کرتی :

پس اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا اور انسان کے درمیان کیا تعلق ہے یہ بات غلط ہے کہ انسان عجیب طور پر پیدا کیا گیا ہے اور اسکے پیدا کرنے میں کوئی اتنی مقصد نہیں ہے۔ خدا اور انسان کے درمیان ایک گہرا تعلق اور لگاؤ ہے۔ انسان اصل میں اس مصور کل کے ذہن کی ایک تصویر ہے نیز تمام انسان اس فطر الغفل کا ایک بعد و عکس ہیں۔ اور یہ تمام صلیح خیالات انہی خیالات کی نئی تصویر ہوتے ہیں.....

..... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس چیز کو ضمیر انسان جو کہ ایک خداوندی طاقت ہے اس کا اعلیٰ و مکمل نمونہ بنیاد کرتا ہے وہ بھی اصل میں اس ہی منشا اور کائنات کا اصل ہے اور اس ارادہ کی کائنات کا ہی ایک قسم کا انعام ہے جو اس کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے۔ انہماک پذیر ہوتا ہے۔

ابن فلاسفہ اچھی طرح سے سمجھ گئے ہیں کہ سیاسی عقیدہ جو حلول اور اوتار کے متعلق ہے اس کی تہ کے نیچے ایک حقیقت موزن ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ ہم اللہ تعالیٰ کی نسبت حاصل ہے وہ محض اس انعام کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اظہار انسانیت پر کیا۔ لیکن یہ عقیدہ کہ انسانیت ہی خدائیت ہے سیدھا ہندو مت کی طرف لے جاتا ہے یا جس کو موجودہ زمانے میں ایسولوشنزم (Absolutism) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس کا منشا صرف اس قدر ہے کہ جو کچھ بھی ایک دیوتا ہے وہ خدا ہی ہے۔ اسے بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ

نیکی و بدی سے بالکل یعنی نیکی بدی کوئی چیز نہیں یہ سب کچھ اسی کا کرشمہ ہے۔
 ”فطرت انسانی کا بہت سا حصہ ایسا ہے جسکو کبھی خدائی حصہ نہیں کہا
 جاسکتا یہی وجہ تھی کہ عیسائی علماء کو پچھلے زمانوں میں یہ مصیبت پیش آئی
 کہ خدائی اوتار اور حلول کو تسلیم کریں تاکہ کم از بندہ اور خدا دو جداگانہ چیزیں
 ہیں۔“

”اگر ہم اس امر پر اعتقاد رکھیں کہ ہر ایک روح ایک نہ ایک حد تک
 الٰہی منشاء کا اظہار کر رہی ہے اور نیز یہ کہ دنیا میں جس قدر انبیاء و رسل
 گذرے ہیں وہ عامی لوگوں کی نسبت زیادہ منشاء الٰہی کے پورا کر نیوالے
 تھے تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایک شخص میں باقی لوگوں کی نسبت
 خدائی منشاء کا اظہار اعلیٰ و اتم طور پر ہوا تو اس حد تک ہم مسیحؑ میں الٰہی
 صفات ماننے کے لئے طیار ہیں۔ اور یہی معنی ہیں مسیحؑ کی الوہیت۔“
 محمد دین

بائبل کے ایک نون پر نظر

موجودہ عہد نامہ عتیق (جسے قرآن مجید موجودہ شکل میں ایک محرف
 کتاب قرار دیتا ہے) ہم کو بتاتا ہے کہ آدم اور حوا شجرہ ممنوعہ کھا کر خدا تعالیٰ
 کی نظر میں گنہگار ٹھہرے اور اس گناہ کی سزا میں آدمؑ کی لغزش کی وجہ سے
 مردوں کو پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھانا اور حواؑ کی نافرمانی کے سبب
 عورتوں کو دردِ زہ سے بچہ جننا پڑا چنانچہ ہم ذیل میں بائبل کی وہ آیات لکھتے
 ہیں جن میں یہ مضمون درج ہے۔

خدا نے ”عورت سے کہا کہ میں تیرے حل میں تیرے درد کو بڑھاؤں گا

اور درد سے ٹوٹ کے جینگلی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا
اور وہ تجھ پر حکومت کریگا اور آدم سے کہا..... کہ زمین تیرے
سب سے لعنتی ہوئی اور تکلیف کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس سے
کھائیگا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹن کا رے اگا دیگی
اور تو کھیت کی نبات کھائیگا تو اپنے مٹہ کے پسینہ کی روٹی
کھائیگا جب تک کہ زمین میں پھر نہ جاوے کہ تو اس سے نکالا
گیا ہے کہ تو خاک ہے اور پھر خاک میں جائیگا۔“

(پیدائش باب ۳ آیت ۱۶-۱۹)

اس حوالہ سے شخص معلوم کر سکتا ہے کہ موجودہ بائبل کی رو سے عورتوں کے
درد زہ سے بچہ جننے اور ولادت کے وقت خطرناک تکلیف سہنے کی وجہ
صرف ان کی بڑی اماں حوا کی نافرمانی ہے یعنی اگر حوا شجرہ ممنوعہ نہ کھاتی
اور نہ خداوند کی مخالفت کو توڑتی بلکہ جنت عدن کے اور ہزاروں لذیذ
میوؤں تک اپنی خواہش کو محدود رکھتی تو آدم بیٹیوں کو یہ روز بدنہ دیکھنا
پڑتا کہ وہ ہرنچکے کی پیدائش پر ایک دفعہ موت کا منہ دیکھیں۔ تکلیف و
درد کا یہ قانون حوا کی ایک خواہش نفسانی کا کرشمہ اور محض ایک ہی استاذ کا
نتیجہ ہے۔ یہ ہے وہ تصویر جو موجودہ بائبل پیش کرتی ہے لیکن اگر ہم ذرا
بھی اپنی نظر کو وسعت دیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ بائبل کا یہ اصول غلط
ہے۔ جیسا کہ اس پر آشوب زمانہ کے مصلح حضرت مرزا غلام احمد صاحب موعود
دہمدی مسعود رئیس قادیان نے اپنے چالیس سالہ اصلاح کے زمانہ میں
موجودہ معرفت بائبل کے تمام غلط اصولوں کو غلط ثابت کر کے دکھلایا ہے۔
میں جیسا کہ ابھی ابھی بیان کر چکا ہوں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا
ہوں کہ وہ اپنی نظر کو وسعت دیں یعنی بنی آدم کے دائرہ سے نظر ہٹا کر اور

مہم بائبل کے ایک قانون پر جلد ۲

حیوانات کی طرف دیکھیں کہ آیا ان میں ولادت کا کوئی قانون بھی ہے یا نہیں اور کیا وہ زمین سے نباتات کی طرح اُگتے ہیں یا وہ کسی انسان کی طرح نرمادہ سے پیدا ہوتے ہیں؟ ہمارے اس نقطہ نظر نے پرم کو صاف طور پر نظر آئیگا کہ دنیا کے ہزاروں قسم کے حیوانات جو تندر میں انسانی افراد سے شمار میں گروڑوں گنا سے بھی زیادہ ہیں قریباً سب کے سب باپ کے نطفہ اور ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں اور سب کی مائیں ولادت کے وقت اسی طرح تکلیف اٹھاتی ہیں جتنی عورت کی بیٹیوں اٹھاتی ہیں اور عورت کی جوشقیں دختران خواہ جھیلی میں رہی تکلیف تمام مادہ جانوروں سے حصہ میں قدرتنے لازمی قرار دی ہیں چنانچہ ہر شخص جس سنے اپنے گھر میں گائے بھینس بکری یا اور کوئی جانور پالا ہے وہ جانتا ہے کہ وضع حمل کے وقت جانور کی کسی تکلیف ہوتی ہے اور ولادت کے قریب کقدر سخت اضطراب ان جانوروں کی حرکات سے محسوس و مشہور ہوتا ہے بلکہ بعض جانور تو ولادت کے صدیات برداشت نہیں کر سکتے اور مر جاتے ہیں۔ دو دھپلانے والے جانوروں کو جانے دو اندے کے ذریعہ نیچے پیدا کرنے والے جانوروں کو دیکھو تو حدیث ہوگا کہ دردِ زہ کی جو تکلیف عورت کوئی بیٹی تو سینہ کے بعد ایک دو سو برداشت کرتی ہے اتنی ہی تکلیف ایک مرغی اندے دینے کے زمانہ میں ہر روز ایک دفعہ اٹھاتی ہے قریباً ہر شخص جانتا ہے کہ اندا دینے سے ایک دو گھنٹہ پہلے مرغی کو درد اور اضطراب شروع ہوتا ہے اور مرغی بے قراری میں ادھر ادھر چمختی پھرتی ہے اور جب کئی گھنٹہ کے متواتر دردِ زہ کے بعد اندا دیتی ہے تو ضعف کے مارے اپنی جگہ سے اُٹھنے تک حرکت نہیں کر سکتی اور ہر عقلمند عورت ایسے موقع پر مرغی کو آٹا وغیرہ مناسب غذا دیکر ضعف سے بچاتی ہے غرض دردِ زہ ایک ایسا قانون ہے جو خواہ کی بیٹیوں تک محدود نہیں بلکہ ہر مادہ جانور اس میں

بتلا ہے۔ اور یہ ایک ایسا کلیہ ہے جس کا درجہ صرف عورتوں پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس کی وسعت تمام حیوانات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس اس قانون کی عالمگیر وسعت کو دیکھ کر ہم بائبل کے مذہبہ اور قانون کو جھٹلاتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور صاف کہتے ہیں کہ اسے یسوع مسیح کا مندرجہ اور اسے علم بپار کے عیسائی مہاجر عورتوں کا درجہ سے جتنا اگر حوا کے گناہ کی وجہ سے ہے تو بتاؤ تو وہی کہ باقی مادہ حیوانات کا ولادت کے وقت خطرناک تکلیف اٹھانا انکی کس اماں کی نافرمانی کا نتیجہ ہے؟ اور اسے کفارہ کے خدائوں اگر اور جانور معصوم ہو کر جیسا کہ بائبل سانپ کے سوا سب جانوروں کو بیگناہ ٹھہراتی ہے) درجہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو عورتوں کے درجہ میں مبتلا ہونیکو تم کیوں حوا کی کسی لغزش کا نتیجہ تصور کرتے ہو؟ کیوں نہیں تم اسے خدا کا ایک ایسا قانون قرار دیتے جس کا اثر معصوم اور غیر معصوم دونوں پر ہوتا ہے اور جس کا وجود نیکی یا گناہ کسی پر بھی منحصر نہیں۔ والسلام

سید محمد اسحاق قادیان

آریہ سماج

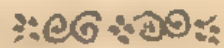
سوامی دیانند صاحب کی تصانیف اور آریہ سماج کے دو سر لٹریچر اور اس کی گذشتہ تاریخ سے صاف معلوم ہوتا رہا ہے کہ آریہ سماج اصل میں ایک پولیٹیکنک عبادت گاہ مذہب کو انہوں نے ایک اڑھنایا ہوا ہے لیکن یہ ہمارا اجتہاد ہی اجتہاد تھا اگرچہ اس اجتہاد کے سچا ہونے میں ہمیں کبھی شبہ پیدا نہیں ہوا بلکہ واقعات اسکی ہمیشہ تصدیق کرتے رہے لیکن لالہ لاجپت رائے صاحب کی توجہ پر یہ کاش فکریہ نہیں پیش پڑھکر ہمیں نہ صرف ایک گہرے سرسبز ہی حاصل نہ ہوئی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ۔ السلام کی معجز۔ نماز دینی پر اور بھی یقین واثق حاصل ہو گیا۔ حضورؐ نے ایک سے زائد مرتبہ فرمایا کہ ہم میں سے بہت سے لوگ زندہ ہونگے جو آریہ سماج کی موت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس وقت جو سماج کا مذہبی جوش و خروش تھا وہ محض آنی تھا اصل میں اس مذہبی جوش کے نیچے ایک پولیٹیکل روح کام کر رہی تھی اور یہ ایک قدرتی اور اٹل مسئلہ ہے کہ مذہب پولیٹکس کبھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ مذہب کی غرض سچائی۔ ہمدردی بنی نوع اور تمام مخلوق کی بھلائی ہے لیکن پولیٹکس اسکے بالکل برعکس واقع ہوا تو پولیٹکس کا دار پارٹی سپرٹ ہے جس سے سچائی اور ہمدردی اور ہمدردی خلق کو سوں بھاگتی ہیں علاوہ ازیں پولیٹکس کے اندر ایک انہماک اور کشش ہوتی ہے کہ انسان خود بخود کھچا چلا جاتا ہے کہ اس میں پڑنے والے کے لئے سچ اور جھوٹ میں تمیز کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اسکی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ اپنے خصم کو زک پہنچائے۔ اسی لئے مذہب اور پولیٹکس اکٹھے ہوئے مذہب کی ہستی پولیٹکس میں مدغم ہو جاتی ہے۔ سو یہ نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور تو اور خود آریہ سماج کے اندر سے اب بڑے زور و شور سے ندائیں آ رہی ہیں کہ آریہ سماج مڑ چکی ہے۔ لالہ لاجپت رائے صاحب اگرچہ کھلے طور پر تو نہیں کہتے مگر یہ وہ صاف تسلیم کرتے ہیں کہ آریہ سماج کے اندر سے فوجانی زلاٹ ہو رہی ہے اور آریہ سماج بحیثیت مجموعی بڑھاپے کی طرف جا رہی ہے۔“

لالہ صاحب کی تحریر پڑھ کر جن حضرات ایسے امور کا بھی پتہ ملتا ہے کہ آریہ سماج اصل میں کبھی بھی مذہبی جماعت نہ تھی چنانچہ لالہ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ آریہ سماج کے موجودہ ہم بھول (لہو) میں بنائے گئے اس سونوں کو مہبود شکل دینے میں ان آدمیوں کا ہاتھ تھا جو سنسکرت کی نفسیت و مذہبی کتہ خیال سے متعلق نہ تھے۔ اس وقت آریہ سماج کی ترقی میں ایسے

لوگوں کا بھی ہاتھ تھا جو آریہ سماج کے مذہبی عقیدہ کے قائل نہ تھے مگر آریہ سماج کے قومی کام سے پوری ہمدردی رکھتے تھے، آگے چل کر لالہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دیدہ دل کو بھی اگر الہامی مانا جاتا تھا تو اس لئے کہ وہ قومی گرنہ تھے۔ باقی رہا یہ امر کہ مذہب کو کیوں آڑ بنایا گیا اس کے متعلق لالہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت تک ہندوستانی قومیت کا راکھ قبل از وقت معلوم ہوتا تھا، ہاں یہ سوال کہ لالہ صاحب صاحب کی رائے اس معاملہ میں کہاں تک مستند ہے اس کے متعلق صرف اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ لالہ صاحب موصوف امریکی جاننے سے پہلے آریہ سماج کی روح مردان تھے چنانچہ آپ اپنے مضمون کے اختتام پر دستخط کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”آریہ سماج کا پرانا سیوک“ محمد دین

ما فوق العادت



من شکر بہرہ ہرچہ گوئم کہ لطفہ : از خود چو میرد بخداے بزمرا
یہ بحث چھوڑ کر کہ کوئی عادت نیک اور محمود ہے اور کوئی بُری اور منقوب جس کام کو نیک ہم عادی ہیں یا جو کام ہم اپنے ارد گرد ہوتے دیکھتے ہیں یا جن کاموں کی بابت ہمیں یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ ہوتے یا ہوتے ہیں وہ تحت العادت ہیں یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ جس قدر کام دنیا میں ہوئے ہیں یا ہو چکے ہیں اور جن پر تجربہ بی اور سماعی شہادت شاہد ہے وہ خارج از عادت خارج از عقل اور خارج از تجربہ نہیں ہیں اگر کوئی شخص کہ ایک انسان دن بھر میں پیدل ۳۲ میل مسافت کرنا اور کبھی کبھی ہوا میں بھی اڑتا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح نہیں اور ہم اسے تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا نہ تو ہم خود ہی کر سکتے ہیں اور نہ اس پر کوئی عقلی سماعی اور تجربی شہادت ہے اسی طرح اگر کوئی کہے کہ زہرا اندھا بھی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ بہرہ گوئی بھی ہے اور سنت و بیون بھی تو یہ صحیح نہ ہو گا کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا نہ ہم نے خود ایر دیکھا اور نہ سنا یا نہ ہم خود دیکھا کہ یقین کرتے ہیں

اور یا سب کے بشرطیکہ ایسی سماعت یقینی اور قرین حقل بھی ہو بہت سی باتیں اور بہت سے واقعات ہم روایتی رنگ میں ہی تسلیم کر سکے عادی ہیں بشرطیکہ ایسی روایات تنقید شدہ ہوں اگرچہ بعض اوقات بعض روایات کمزور اور غلط بھی ہوتی ہیں مگر جب تک انکی غلطی اور سقم نہ کھلے تب تک ہم انکی تغلیط پر آمادہ نہیں ہوتے۔ عادات کا سلسلہ دو رنگ رکھتا ہے ایک قدرتی قوانین کے سلسلہ میں اور دوسرے انفعال و تجربات و معلومات کے سلسلہ میں قدرتی عادات دو قسم پر ہیں ایک وہ جو اس دور زندگی میں معمول ہیں اور جن تک ہم پہنچے کیلئے۔ عی رہتے ہیں اور ایک وہ جو ہماری حدود دریافت سے بالاتر ہیں اس قسم کے سب سلسلے خواہ وہ تجربہ پر موقوف ہوں خواہ عینی ہوں اور خواہ سماعتی خواہ عقلی اور خواہ روایتی۔ کچھ تو مستقل اور غیر متغیر ہوتے ہیں اور کچھ غیر مستقل اور قابل تغیر۔ شروع میں اگرچہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسا سلسلہ برابر ایک ہی رنگ میں چلا جائے گا اور کونسا ایسا ہے کہ جس کا سلسلہ ٹوٹ کر کوئی اور رنگ نمودار ہو گا جو بعض باتیں انساں کے سلسلہ عادات کے تحت غیر متبدل اور محال جانتے تھے کسی مابعد زمانہ میں ہی باتیں ممکن الوقوع ہو گئیں جس وقت دنیا میں سلسلہ تاریقی۔ لاسکی وغیرہ جاری نہیں تھا جن میں ایروینین نہیں تھا اس زمانہ میں سب لوگ اس قسم کی باتیں محال جانتے تھے لیکن اس عہد میں ایسی باتیں اور ایسے محالات عادات کے خلاف ثابت نہیں ہوتے۔ جب لوگ عام لوگ ہی نہیں بلکہ خواص بھی اس قسم کی باتیں گزشتہ صدیوں میں سنتے تھے تو سنکر ما فوق العادت کہہ خاموش رہتے تھے اگر کوئی اسپر امر کرتا تو اسے بہت سے لوگ پاگل اور مجنون سمجھتے تھے آج یہ حالت اور یہ کیفیت ہے کہ جاہل سے جاہل بھی انکار نہیں کرتا اس قسم کے واقعات اور تغیرات ثابت کرتے ہیں کہ انسانی عادات تجربوں و مزید معلومات و مزید تحقیقات اور مزید مشاہدات کے تحت تغیر پذیر ہیں جب تغیر پذیر ہوتی ہیں تو وہی تغیرات رفتہ رفتہ عادات ہو جاتی ہیں اور لوگ ان پر ایسا ہی یقین اور اعتماد کرتے ہیں جیسے پہلی عادتوں پر کرتے تھے۔ اب اگر کسی کو کہا جائے کہ ٹرین فرش زمین پر

دوڑتی پھرتی اور ہوائی جہاز فضا سے آسمان اور ہوا میں اڑتے اور اسکی - ورتنی کے ذریعہ سے منٹوں اور گھنٹوں میں ہزاروں کو مس پر خبریں روانہ کی جاتی ہیں تو کوئی بھی انکاری نہیں ہوتا۔ اگر گذشتہ زمانوں میں کوئی ایسی باتیں کہتا تو کہنے والے کو دیوانہ کہا جاتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنے والی گھڑیوں میں اس قسم کی ترقیات اور یہ معلومات نہیں ہونگی اور اسی طرح لوگ انہیں بھی یقین نہیں کریں گے اور پھلکی باتیں نئی باتوں سے متغیر نہیں ہونگی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ابھی انسان اپنی قوتوں اور اپنے جذبات کے تحت اور بھی کتنی دور چلا جائیگا اور کتنی محض امور اور حکومتوں پر روشنی پڑے گی۔

شروع دنیا ہی سے نہیں شروع زمانہ تاریخ - سے اگر انسانی ترقیات اور انسانی معلومات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ لگ سکتا ہے کہ کس طرح انسانی خیالات انسانی عادات انسانی نظریوں اور معلومات میں تغیر کرتا رہا اور کس طرح پرانے خیالات پرانی عادات کے بجائے جدید معلومات اور جدید عادات کا زور دے رہا ہوتا گیا۔ آج اگر پرانی باتوں میں سے بعض باتیں موجودہ انسانوں کے رد و رد بیان اور پیش کی جائیں تو بہت سے لوگ منس دینگے۔ اگر ہم آج کے سائنس دانوں کے خیالات میں بھی یہ جدید بنیادیں سنائیں تو یہ یقیناً ذکر سے جس عہد کے لوگ عیسائی اشاروں اور آدنی اشاروں سے باتیں کیا کرتے تھے اگر ہمیں ہم اس وقت کی تقریریں اور تحریریں دیکھیں تو شاید مشکوک ہی سے یقین کریں۔

وہ باتیں وہ رموز اور امور جو عادات کے بال تریاں فوق العادت ہیں۔

(الف) مافوق العادت نسبتی۔

(ب) مافوق العادت میعاد اور حاضرہ۔

(ج) مافوق العادت بلا تعین میعاد۔

نسبتی مافوق العادت وہ امور اور رموز ہیں جو بعض اشخاص کے مقابلہ میں

ما فوق العادت ہیں اور بعض کے مقابلہ میں عادات کے خلاف نہیں ہیں۔ ایک حکیم ایک تجربہ کار کے مقابلہ میں دوسرا شخص وہ باتیں اور وہ عمل نہیں کر سکتا جو ایک حکیم اور تجربہ کار کر سکتا ہے ایک عام آدمی جب ٹرین چلتی دیکھتا ہے تو یہ نہیں جان سکتا کہ کیونکر اس قدر تیز چل رہی ہے لیکن جو ماہر ہیں وہ جانتے ہیں۔ ایک سمرایز جو عمل کرتا ہے اسے دوسرے ناواقف لوگ نہیں جان سکتے تاوقتیکہ سیکھیں نہیں ایک اشرافی اپنے رنگ میں عمل کرتا ہے لیکن دوسرے لوگ نہیں جان سکتے اور نہ جاننے تک یہی کہیں گے کہ یہ باتیں خلاف عادت ہیں۔

ما فوق العادت میعاد دی وہ باتیں وہ معلومات اور وہ رموز ہیں جو کسی خاص زمانہ سے مربوط اور وابستہ ہیں مثلاً اس عہد میں جو قدر ترقیات اور جو قدر معلومات علمیہ اور جو قدر مشینیں تکوین پذیر ہوئیں اور نکلی ہیں وہ اپنے اپنے ظہور سے پہلے میعاد ہی تھیں جب ان کا زمانہ آگیا تو ایسے سب کمالات مستفہ ظہور میں آتے گئے اور لوگ ان سے مستفید ہونے لگے۔

اسی طرح جو جو باتیں اور جو جو معلومات اب تک ظاہر نہیں ہوئے ہیں اپنی میعاد پر عہد آئندہ میں ان کا بھی ظہور ہوتا رہے گا اس حد تک اور اس زمانہ تک جو قدرت کر چکی ہے انہیں وہ فلیس اور وہ ذریعات حل کر سکی کہ جن کے ذمہ ہمت پر ایسے عقد کا حل رکھا گیا ہے اور جو لوگ اسکے اہل ہیں۔

كُلُّ امْرِئٍ رَهُونٌ بَاذٍ وَفَاتِهًا

ما فوق العادت کی دو شقیں جو ہم نے ادھر بیان کی ہیں ان سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ باوجود اسکے کہ ان کا کچھ حصہ اوجھل بھی ایک وقت تک رہتا ہے پھر بھی یہ من اجل البدیہیات ہیں۔ اب رہا تیسرا حصہ یا تیسری شق۔ جب یہ دو حصے درست نکلے تو یہ یقین کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ تیسرا حصہ بھی صحیح اور درست ہے تیسرا حصہ ما فوق العادت کا وہ حصہ ہے جو شروع ہی سے اوجھل اور بالائز

عقل و تجربہ و قیاس چلا آتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی معاد کیا ہے اور وہ کب ختم ہوئی اور کس طرح ختم ہوگی اگرچہ وہ حصہ عقل و فراست کے خلاف نہیں ہے لیکن جو عقل ہمیں دی گئی ہے اس کی وہاں تک پہنچ اور رسائی نہیں ہے ہماری فطرت اور ہم میں سے بعض مقدس فطرت والوں نے ہمیں اس حصہ کی بابت جو کچھ کہا ہے ہم اس پر یقین رکھتے ہیں اور اسی کے شیدائی ہیں۔

دیوانہ پیغام نگار بہت دل مایہ سوار ہوئے بہار است دل ما

دوسرے الفاظ میں اس حصہ مکتومہ کا نام روحانیات و جذبات اور مذہب ہے اس کی بھی دو شکلیں ہیں ایک شوق میں کچھ باتیں کھول کر ہی گئی ہیں جن کے ہم کسی مذہب کو مان کر عادی اور عامل بھی ہوتے ہیں اور دوسری شوق میں ایسی باتیں اور ایسی رموز بیان کی گئی ہیں جن کے حقیقت ہم پر چلی نہیں اور نہ کھل سکتی ہے ہم نے یہ ادھم ادھم محض شوق اس صبر اور اس شوق سے مٹی ہے کہ ہم اس سے زیادہ ایک قسم بھی بڑھانا نہیں چاہتے کیونکہ کہنے والے پر ہمیں اس قسم کا اعتماد ہے کہ ہم تک کرنا دیوانگی خیال کرتے ہیں۔ عشق میں جب نگاہ حسن کام کر جاتی ہے تو پھر حسین سے یہ پوچھنا لگتا ہے کہ تمہاری نگاہ میں ایسی کشش کیوں ہے اور کیوں نگاہ کام لگتی ایسے شیدائیوں کے دل و دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ خود تو زبان حال بیان نہیں کر سکتے اور زبان حال بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔

دخواب ندید آنکہ شبے جلوہ یوسف + از حال زینب چہ خبر داشتہ

یہ کہنا کہ کوئی بات اور کوئی رمز مافوق العادت ہو ہی نہیں سکتی ایک سمجھتے ہیں جب بعض باتیں بعض انسانوں کے مقابلہ میں عامیہ رنگ میں بھی نسبتاً مافوق العادت ہیں تو کئیوں یہ تیسری قسم کا سلسلہ بھی نہیں ہو سکتا یہ بات اس حالت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب ہمیں قوانین قدرت اور ضوابط عالم پر کلیتاً ضبط و دخل ہو جب یہ نہیں تو پھر کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہونا ہو سکتا ہے جو باتیں اور جو رموز صدیوں کے بعد یا اس صدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں کھلی اور عمل میں آتی ہیں ان کی روش اور ان کا موقعہ اظہار ہی شاید ہے کہ ایسی باتیں اور ایسی رمزیں وقت مقررہ پر ہی کھلا کرتی ہیں۔

دنیا میں اس وقت دو شعبے عمل پذیر ہیں مذہب اور مذہب کے علاوہ دیگر عقلی۔ فلسفیانہ تجربے اور امور تحت سائنس و حکمت مذہب کے سواٹے اور بقدر رموز اور امور میں ان میں انسان ہمیشہ رویت یقین اور تجربہ کا محتاج رہتا ہے لیکن مذہبی امور میں تحت عقیدت سب کچھ قبول کیا جاتا ہے جب کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مذہبی رموز اور مذہبی امور بھی ایسے ہی فلسفہ اور سائنس کے معیار پر کھوٹے کھرے ہونے چاہیئے جیسے دیگر امور ہوتے ہیں تو اس میں ایک مغالطہ لگ جاتا ہے جب دونوں کا کرہ جداگانہ ہے تو استدلال کا طریقہ بھی جداگانہ ہی ہونا چاہیئے جب مذہب یہ کہتا ہے کہ ایک روح بھی ہے اور وہ بعد از قالب چھوڑنے کے فنا نہیں ہوگی اور اس دور زندگی کے سواٹے ایک اور بھی دور زندگی ہے جو مرنے کے بعد آئیگا اور اس دور میں انسان بوجہ اپنے اعمال اور افعال جزا اور سزا کے بھی مستوجب ہونگے تو یہ سب باتیں سلسلہ ما فوق العادت ہی سے وابستگی رکھتی ہیں ان امور یا ان رموز کی تحقیق اور تدقیق عقلی پہلو سے کرنا ایک دوسری راہ لینا ہے جو عقلی اس موجود زندگی میں کام دے رہی ہے وہ عقل ان ما فوق العادت مقامات تک رسائی نہ رکھنے کی وجہ سے قاصر رہ جاتی ہے ایسے مسائل الہامی عقل ہی پیش کرتی اور الہامی عقل ہی ان کا حل بھی ہوتا ہے سائنس چونکہ ان حدود تک نہیں پہنچ سکتا اس واسطے وہ ان مقامات میں کام نہیں دے سکتا :

یہ کہنا کہ کس طرح سوائے عقلی دلائل اور تجربہ و رویت کے ان مسائل پر یقین ہو سکتا ہے درست نہیں کیونکہ ہم سائنس اور حکمت و فلسفہ کی حدود میں رہ کر بھی اس قسم کے مسائل پر یقین کرنے کے عادی ہیں سائنس تجربہ کرتے کرتے بہت دور تک پہنچتا اور بال کی کھال تک نکالتا ہے لیکن پھر بھی کئی اشیاء کی دریافت سے جاتا

ہے جو کچھ پھر کے عالم میں ہو رہا ہے اور جو متاثر ہمارے ارد گرد محیط میں انہیں ہم دیکھتے تو ہیں اور ان کی بعض کیفیات اور رموز تک ہمیں رسائی بھی ہے لیکن بایں ہمہ ان کی کلمہ کا علم نہیں ہے کبھی قرائن سے کام لیتے ہیں اور کبھی آثار و تاثرات سے ہوا۔ پانی اور آگ کی نسبت ہم نے بہت کچھ چھان بین بھی کی۔ اور ان سے کام بھی بہت کچھ لئے۔ بجلی کی طاقتوں سے کام بھی لیا اور ایک طرح اُسے اپنے قابو میں بھی کر رکھا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ ان طاقتوں کی کلی حقائق کا ہمیں علم ہو گیا ہے اور اب کوئی بات ان کی ہم سے مخفی نہیں رہی ہے ہم ان اشیاء اور ان طاقتوں کی بعض حقائق اور کیفیات پر جو یقین رکھتے ہیں تو ایک صورت میں جزوی رنگ میں ہی اور ہم میں سے بہتوں کا یقین محض روایتی اور اضافی ہی ہوتا ہے ہم میں سے بہت سے لوگ باوجود نہ سمجھنے کے بھی اس واسطے ایسی باتیں مانتے ہیں کہ بعض حکیم فلاسفر اور سائنس دان ایسا کہتے ہیں لیکن جب ہم مذہبی درس میں آتے ہیں تو استاد ان ازل سے بعض سبق سُن کر حیران اور پریشان ہو جاتے ہیں کہ ان مخفیات کا یقین کیونکر کیا جائے نہ تو اس درس میں داخل ہو کر ہم قرائن سے کام لینا پسند کرتے ہیں اور نہ آثار و تاثرات پر اعتبار رہتا ہے یہی اصرار ہوتا ہے جب تک روح دیکھیں نہیں جب تک یوم محشر میں ہمیں اسی دُور زندگی میں بلا یا نہ جائے جب تک خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں اور باتیں نہ کریں اور اس کا اپنے رنگ میں جاڑہ نہیں تب تک اعتماد اور یقین مشکل ہے کوئی وجہ نہیں کہ خواہ مخواہ ایسے روحانی استادوں پر یقین کیا جائے اور انکی صداقت پر قہر لگائی جائے جب ہم ایسے نکتہ چینوں سے پوچھتے ہیں کہ تم خود ہی اپنی ذاتی قوتوں اور دعوے کی بابت ذرا ہمیں بھی پھر خاموش رہ جاتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ یہ باتیں سمجھ اور بیان سے باہر ہیں زبانِ قال سے سمجھا نہیں سکتے اور زبانِ حال کا سب سے بڑا اس سے بھی مشکل ہے۔

ماگم شد گادشت عشقیم : اسے خضر مکن سراغ مارا
 یہ نظریہ کہ ہم بغیر دیکھنے کے کسی چیز اور کسی کیفیت کا اقرار ہی نہیں کر سکتے ایک فیہرہ
 خیال ہے اس دور زندگی میں رہ کر ہم کیہ ہی نہیں سکتے ہم ایک نہیں بہت سی باتوں
 اور کیفیات کا بغیر دیکھے ہی یقین کرتے ہیں کبھی آثار سے کام لیتے ہیں اور کبھی قائل
 سے استدلال کرتے ہیں یہ کہنا کہ بغیر دیکھے شانتی اور اعتماد ہو ہی نہیں سکتا ایک
 غلطی ہے مذاہب کی بہت سی باتیں صرف سماعتی اور غیر مرئی ہیں خدا کو کس نے
 دیکھا ہے لیکن ساری دنیا جس قسم کا اعتماد اور وثوق رکھتی ہے وہ فلسفہ اور
 سائنس کے مسائل پر کہاں ہے ہم نے آج تک کسی سائنس دان کو کسی مسئلہ
 سائنس کے متعلق خود کو کسی مصیبت میں پڑنے نہ دیکھا لیکن مذاہب والوں میں
 سے صد ہا ہی کو نہیں ہزاروں کو عقیدت مذہبی پر جان نثار کرتے دیکھتے ہیں۔
 یقین اور اعتماد میں جان نثاری نہیں ہو سکتی محبت اور کشش میں ہوتی ہے
 مذہب کے ساتھ لوگوں کو چونکہ محبت ہوتی ہے اس واسطے جان نثار بھی ہوتے
 ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ مذاہب والوں سے زیادہ تر کوئی اور شانت ہوتا ہے
 جو عقیدت اور وثوق مذاہب والوں کو ما فوق العادت امور اور رموز سے ہوتا
 ہے وہ سائنس کے مسائل اور مضمونوں پر کب ہوتا ہے مذاہب والے ایسے
 امور اور ایسی رموز کے انکار سے اخیر تک مجتنب رہتے ہیں اور جان جائے پھر بھی
 منکر نہیں ہوتے اور دوسری طرف انکار اور اعتراف کی قیمت عموماً برابر ہی
 ہوتی ہے :

اس طریق عمل سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن امور کو سائنس دان خلاف
 عقل کہتے ہیں ان پر مذاہب والے کس قدر یقین اور اعتماد رکھتے ہیں اور جنہیں
 معقولات میں رکھتے ہیں ان پر لوگ کیسا یقین رکھتے ہیں یہ بات کہ مذاہب
 کی باتوں میں مذاہب کے درمیان اختلاف رہتا ہے سو یہ کوئی دلیل بطلان امور

ما فوق العادت کی نہیں ہے اس سے زیادہ خود فلسفہ اور سائنس کے مسئلہ میں رہتا ہے مذاہب کی اصولی باتیں تو شروع سے یکراں تک جیوں کی تیوں میں صرف فردی باتوں میں اختلاف ہے۔ مذاہب دلوں پر حکومت کرتا ہے اور دل ہی اس کے مصدق اور معترف میں مذہب اپنے مانتے دلوں کو ایک مضبوط چٹان پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ قد بر
خوشم از خرم مستانه دل خدا آباد دار و خانہ دل (مرزا سلطان احمد - قادیان)

تربیت قادیان

گذشتہ سال جو کچھ شورش لاہور کے کالج کے طلباء میں ہوئی۔ وہ کوئی ناہور پری موقوف نہیں تھی ملک کے مختلف حصص میں اسکے اثرات نمودار ہوئے۔ مگر اس بلخپ کے زمانے میں جبکہ نوجوانان کالج جوش و فتنے کے ماتحت بہت حد تک سپین کو بھول گئے تھے اس وقت نوجوانان قادیان نے جو مختلف کالجوں میں پڑھتے اور اٹھ رہے تھے لاہور میں رہتے تھے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ چال چلن ملک کے سامنے پیش کیا۔ گون نہیں جانتا کہ کن مشکلات میں سے ان مٹھی بھر نوجوانوں کو گزرنا پڑا۔ تمام کے تمام کالج کے طالب علم ایک طرف اور یہ مٹھی بھر نوجوانان دوسری طرف۔ انکی بساط ہی کیا تھی فیصدی غالباً تین سے زیادہ نہ ہونگے لیکن وہ بڑی دلیری اور جان بازی اور جان نثاری سے اور ایک امر کو حق جانتے ہوئے اس بات پر تل گئے کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ اپنے اساتذہ کی جان و آبرو ہر دو کی حفاظت کریں گے ان کو کسی قسم کا مارچ نہ تھا نہ ہی نقطہ خیال سے ان کے پر سپیل اور پرفیسر ان کے ویسے ہی مخافت تھے جیسے کہ دوسرے طلباء جو اپنے ان اساتذہ کی ہمت تک کرنے میں غالباً حد اعتدال سے کوسوں دور جا پڑے تھے۔ پھر کوئی بات تھی

جو ان احمدی طلباء کو جن کا بیشتر حصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول سے پس ہو کر
 کالجوں میں داخل ہوا ہوا تھا کشاں کشاں اس امر کی طرف لیگئی کہ ان کو اپنے
 اساتذہ کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کرنی لازمی ہے اور اسکو
 انہوں نے اپنا مذہبی فرض سمجھا کہ وہ ایسا کریں اور جو ایسا نہ کرتے تھے وہ
 ان سے سخت نفرت تھے۔ آخر کوئی بات تھی وہ وہی تربیت تھی جو ہائی
 سکول قادیان میں پڑھکر اور نیک اساتذہ کی صحبت میں رہ کر اور حضرت
 خلیفۃ المسیح ثانیؒ کے فیوض سے مستفیض ہو کر انہوں نے حاصل کی تھی۔
 اور تعلیم گویا ان کا جزو ایمان و عمل ہو گئی تھی غلط یا صحیح یہ امر دوسرا ہے
 کم از کم دنیا اس امر کا لوہا مان چکی ہے کہ تربیت قادیان ایک حیرت انگیز
 چیز ہے۔ یہ چیز ہر وقت ظاہر نہیں ہوا کرتی اور نہ خریدنے سے ملتی ہے
 اپنے موقع پر یہ تربیت اگر صحیح طریقہ پر کی جائے تو ضرور ظاہر ہو کر رہتی
 ہے۔ آخر دوسرے بھی ان جیسے ہی طالب علم تھے ان سے کیوں ضبط
 نہ ہو سکا۔ صاف بات کہ انکی کوئی تربیت نہیں ہوئی تھی۔ پس یہی ایک
 تربیت ہے جس کو انگریزی میں (Self Control) سے موسوم کیا جاتا ہے
 جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ کیونکہ بدی کا مقابلہ وہی کر سکتا ہے جس
 میں یہ مادہ اپنے نفس پر قابو پانے کا پیدا ہو گیا ہو اور یہی کیرکٹر کا
 جزو اعظم ہے اس کے بغیر کیرکٹر کیرکٹر نہیں۔

پس یہ احمدی طلباء مبارکبادی کے مستحق ہیں کہ وہ وقت پر میزان
 میں پورے اترے خدا تعالیٰ ان کو اس سے بڑھکر نیکی کرنے کا موقع
 دے اور خدا کرے کہ ہائی سکول قادیان ہمیشہ از ہمیشہ اپنے مقصد
 میں کامیاب ہو۔

مختلف لغت

جیون تہ ۱۱۰ کے اشو میں لکھتا ہے کہ غلطی کے اقرار سے غلطی کی معافی نہیں ہو سکتی یہ اس حد تک تو صحیح ہے کہ محض لفظی اقرار سے غلطی معاف نہیں ہو سکتی جیتک کہ اس کے ساتھ اصلاح کے آثار نہ ہوں۔ مگر یہ بھی غلط ہے کہ غلطی کا اقرار محض عدم ہے۔ حالانکہ اقرار غلطی اس امر پر دال ہوتا ہے کہ ایک شخص جو اس غلطی کا شکار ہے وہ اب سمجھ گیا ہے کہ اسکے اندر ایک بیماری ہے جس کا اسے علاج کرنا چاہیئے۔ یہ ایک طرح کی تشخیص کا کام مریض کیلئے دیجاتی ہے اور وہ اپنی بیماری کا خیال کر کے اس کے علاج کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص دوسرے کو گال دیتا ہے یہ ایک غلطی ہے جس کی تہ کے نیچے کبر اور نخوت اور حقارت ہے جب ایک شخص اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے تو وہ اپنی طبیعت کو مقررہ ذلیل کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ بلکہ اپنی نفسانیت کبر و نخوت اور حقارت کی جڑ پر ضرب لگاتا ہے اسکی طبیعت میں فروتنی پیدا ہوتی ہے وہی اسکا علاج ہے۔

۱۔ مسلمان تحریک ترک سوالات میں ایسے منہمک اور سکے نشہ میں ایسے محمور ہو گئے ہیں کہ انہیں مذہب کا ذرا بھی خیال و احساس باقی نہیں رہا۔ وہ جادہ صداقت سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور انہوں نے مذہب کو خیر باد کہہ کر اور پس پشت ڈال کر حصول سولہ کو اپنا مذہب قرار دیا ہے وہ ہندوؤں کی دوش کا دم بھر رہے ہیں اور ہندو مسلم اتحاد کا راگ الاپ رہے ہیں۔ منقول از مشرق ۱۱۰ ۳

لالہ لاجپت رائے صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب تک محمد علی شوکت علی یا جگت کو سزا نہ دی جاوے گی ہمارا ملک ترقی نہیں کر سکتا ان میں سے کسی کسی کو سزا موت ملنی چاہیئے ہندوستان کی نجات اسی میں ہے۔ لالہ صاحب کا یہ ارشاد قابل مسرت نہیں بلکہ ہمارے قابل صد ہزار غصہ ہے۔ اسوجہ ہے کہ اسکے متفق مسٹر گاندھی اور علی برادران سے پہلے خود لالہ صاحب ہیں مگر ایسے موقعوں پر لالہ صاحب قدرت کی فیاضی سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ مشرق ۱۱۰ ۳

آٹھ روز تک رنگ بنانا مفت سیکھو

دنیا جانتی ہے کہ جرمنی کے بعد پہلے ہم نے رنگ بنایا۔ مگر چونکہ تمام ہندوستان کی ضرورت کو ہم پورا نہیں کر سکتے تھے اس لئے ہم نے ۳۰۰ نسخے اپنی کتاب کلرینوفیکچرنگ میں چھاپ دیئے ہیں اور رفاہ عام کی خاطر اسکی قیمت صرف پانچ روپے رکھی اسکے بعد جو نسخے ہمیں حاصل ہوئے وہ اپنے رسالہ دستکاری میں شائع کرتے رہو جسکی بدولت ہمیں کلکتہ، مدراس، دہلی، لاہور متحدہ کارخانہ جاری ہو گئے۔ مگر جن لوگوں نے ہمارے کسی نسخہ کو تجربہ کر کے نہیں دیکھا انکو یقین دلانیکی خاطر ایک ہفتہ تک رسالہ دستکاری ہر شخص مفت منگو اور فائدہ اٹھائے کمان سے نکلا ہوا تیر زبان سے نکلا ہوا فقرہ۔ اور مکتوب یا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ اسلئے آپ آج ہی منگو الیں (بیخبر رسالہ دستکاری دہلی)

پانچ سو روپیہ ماہوار

اگر کمانا چاہو۔ تو ہم سے صابون بنانا سیکھ لو۔ فیس ساٹھ روپیہ کی بجائے پندرہ روپیہ۔ گلیسرین پیر سوپ کے مانند صابون کی مکینہ بنانیکی مشین ہمراہ مفت۔ مگر نام پھولانی کتنہ کرائیکی اجرت تین روپیہ علیحدہ ہوگی صابون کی ترائیکی مشین کے ہمراہ ہم اترانامہ بھی روانہ کریں گے جس پر لکھا ہوگا۔ اگر ہم بذریعہ تحریر انگریزی دیسی بغیر چربی و مسم کا صابون اور مثل ولایتی کے سوڈا کرشل بنانا سکھائیں گے۔ یا اس میں گونا گونا گے رنگ نہ ہو۔ یا بارہ برس کا لڑکا ۵۰۰ روپے ماہوار کمال مال تیار نہ کر سکے۔ یا مشین میں ایک اونس سے ۱۴ اونس تک وزن کی ٹیکینہ بن سکے۔ تو یہ صاحب پانچ سو روپیہ پھر جانہ بذریعہ عدالت ہم سے وصول کر لیا حق رکھتے ہیں۔ یا پھر روپیہ پیشگی وصول ہو بغیر تعمیل نہ ہوگی۔

بیخبر رسالہ دستکاری با درہ دری شیر افغان خاں دہلی

ملکی صنعت کی ترقی
۱۹۱۸ء
مقبول عام صنعتی تحفظ قانون
۱۹۱۸ء
مید کی سٹیو یاں بنانے کی آہنی مشین
کے متعلق پبلک کی رائے
سمندر کو گوزہ میں بند کیا ہے

جناب محمد مین صاحب قانو گولڈن ضلع ملتان تحریر فرماتے ہیں :- آپکی مرسلہ پہلی مشین کو دیکھ کر ہر ایک سمجھدار انسان اس کا فریضہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے میں نے دوبارہ منگائی تھی۔ آپکے کمال نمر بانی سے ۱۶ عدد دار سال کر دیں جنکی بابت میں آپکا مشکور ہوں۔ اب ہاتھوں کا لوگ لے جا رہے ہیں۔ ایسے کہ جلدی اور منگوانی پڑینگے۔ مشین کی بچتگی اور مضبوطی میں آپکے کمال کیا ہے۔ ریویاں خوب باریک نکلتی ہیں۔ اور بہت ہی کم محنت درکار ہوتی ہے۔ باوجود ان خوبیوں کے وزن میں اتقدر کم گویا سمندر کو کوکوزہ میں بند کیا ہے۔ آپکے دیانتداری سے کام کو نیکی تعریف جقدر کیجاوے کم ہے۔ ایسے کہ آپکا کارخانہ سندوستان بھر مشہور ہو جاوے گا۔

نعمت غیر مترقبه (۲)

جناب بابواکرم علیہ صاحب سب انجیر سونا ملکی ضلع بلکورا تحریر فرماتے ہیں۔
مہرہ مشین عید کے روز ملی مشکور ہوا۔ واقعی مشین سفر کے لئے قیمت
غیر مترقبہ ہے۔ ایک بڑی مشین ارسال فرماویں ۔
بغیر پڑزہ پتھر۔ قیمت مشین مع پڑزہ کہ جہاں مرضی ہو لگا لیں چھ روپے

ایم فضل کریم عبد الکریم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

نئی چیمہ ہیلک نئی ایجاد
ڈاکٹر ایس کے برن کے ریسچ لیباٹری کاتیار کردہ ہیلک ہر قسم کے
گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ موج۔ گانٹھ۔ گھٹی۔ جھانٹی۔ مہاسہ۔ چکنتہ۔ ہاتھ پیروں کا پھلنا
روکھابن۔ بواہیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن۔ پھوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا
بہنا وغیرہ وغیرہ کے لئے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ مگڑھی۔ برنی۔ بچھو۔ وغیرہ
کے کاٹے ہوئے جگہ سے زہر دور کرنے کے لئے ہیلک ایک شرطیہ دوا ہے۔
لوٹا۔ بول کرکٹ۔ جم ناسٹک۔ کھلاڑیوں کے لئے ہیلک۔ روزانہ
استعمال کی چیز ہے۔ اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔
فی زمانہ اس قسم کی تمام دواؤں کے تجربہ کرنے پر ہیلک سب سے مفید
ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گریہت کو ہیلک کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیے۔
قیمت فی ڈبیہ ۱۰ ار محصولہ ڈاک ۶ ر

منہرا منہرا منہرا

اپنی خوشبو سے لوگوں کو متوالا بنا دیتا ہے

یوں تو خوشبو ہر سنٹ میں ہوتی ہے مگر اس کی بھینٹی بھینٹی خوشبو مفعی پائی
تازہ کھلے ہوئے پھولوں کی سی ہے منہرا میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کی خوشبو
پائیداری کے ساتھ دور تک پھیلتی ہے۔ اور چار پانچ روز تک قائم رہتی ہے
خوشبو کے شوقینوں کو اس کا ایک بار امتحان ضرور کرنا چاہیے۔
قیمت فی شیشی ۱۰ ار محصولہ ڈاک ۶ ر

ڈاکٹر ایس کے برن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ